بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعترافاتِ
صحیح بخاری

حق بزبانِ باطل

تالیف

خطیبِ انقلاب مولانا سید عباس ارشاد نقوی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعترافاتِ

صحیح بخاری

حق بزبانِ باطل

تالیف

خطیبِ انقلاب مولانا سید عباس ارشاد نقوی

نام کتاب : اعترافاتِ بخاری

مولف : مولانا سید عباس ارشاد نقوی

ناشر : حسینی اکادمی

پیش کردہ : ادارۂ ناصر العلوم لکھنؤ

تعداد اشاعت : پانچ سو (۵۰۰)

سنہ طباعت : فروری ۲۰۰۵ء

زیر اہتمام : حسینی اکادمی، کاظمین روڈ لکھنؤ۔

طباعت زیر نگرانی : مولانا غلام حسین صدفؔ

کمپوزنگ : سید ممتاز علی نقوی (نجمی) فون:3262530

مطبوعہ : اے۔بی۔سی آفسیٹ پریس دہلی

ہدیہ : 25.00

ملنے کا پتہ

شیعہ مشن، حسین مارکیٹ رستم نگر لکھنؤ

فون:2647631

عباس بک ایجنسی، درگاہ حضرت عباسؑ، لکھنؤ

فون نمبر:2647590 موبائل:9415102990

انتساب

اپنے والد مرحوم سید حسن ارشاد نقوی صاحب کے نام جنکی خاموش تربیت نے مجھکو حق اہلبیتؑ میں بولنا سکھادیا۔

✿✿✿✿✿

اظہار تشکر

میں اپنی اس کاوش کی اشاعت کے سلسلے میں میر حیدر علی رضوی (ممبر شیعہ پرسنل لابورڈ) مقیم بنگلور اور سید شبیر علی نقوی جائسی (ممبر شیعہ پرسنل لابورڈ) مقیم بنگلور کا شکر گزار ہوں۔ انہیں حضرات کے مالی تعاون سے یہ کتاب منظر عام پر آسکی، اللہ اہلبیتؑ کے صدقے میں انکے جوش ایمانی اور انکے کاروبار میں ترقی فرمائے۔ آمین

فقط والسلام

سید عباس ارشاد نقوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعتراافاتِ بخاری : ایک جائزہ

کتاب ھٰذا اپنے عنوان کے اعتبار سے متلاشیانِ حق کے لئے ایک مشعلِ راہ ہے اس کتاب کے فاضل مؤلف سید عباس ارشاد نقوی نے بڑی محنت اور جانفشانی سے ان امور کی نشاندہی کی ہے جہاں سے اہل حق مسلک جعفری کے عقائد واعمال کے درست ہونے کی سند اغیار سے حاصل کر سکتے ہیں ساتھ ہی ان روایات کو بھی درج کیا ہے جس کے ذریعہ بخاری یا ان کے ہم مسلک لوگوں کے باطل پرست ہونے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ایک بافہم قاری اس کتاب کے مطالعہ کے بعد بخوبی یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ جب صحیح بخاری جیسی کتاب جو تمام اہل سنت حضرات کے لئے قرآن حکیم کے بعد کا درجہ رکھتی ہے، خرافات سے پُر ہے تو پھر باقی عقائد، اعمال واحکام اور افعال کا خدا ہی حافظ ہے۔

تمام فرقہائے اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحاحِ ستہ یعنی چھ صحیح کتابیں معتبر اور مستند ہیں ان میں سب سے اہم درجہ صحیح بخاری کا ہے۔ چھ صحیح کتابوں میں (۱) بخاری شریف (۲) صحیح مسلم (۳) ترمذی شریف (۴) صحیح نسائی (۵) سنن ابن داؤد (۶) سنن ابن ماجہ، ہے۔ بعض لوگوں نے صحاحِ ستہ میں سنن ابن ماجہ کی جگہ امام مالک کی کتاب مؤطا کو تسلیم کیا ہے۔ بہر حال ہماری گفتگو کا موضوع فقط صحیح بخاری ہے، چونکہ اس بات کی شہرت ہے کہ صحیح بخاری میں تمام احادیث صحیح درج کی گئی ہیں، خود امام بخاری کا قول ہے کہ وہ حدیث لکھنے سے قبل غسل فرماتے تھے دو رکعت نماز نفل پڑھتے تھے پھر استخارہ دیکھ کر حدیث نقل کرتے تھے، اس احتیاط کے باوجود اس قدر اغلاط بلکہ خرافات کا جمع ہو جانا

تائید شیطانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جمع حدیث میں قدم قدم پر امام بخاری نے ٹھوکریں کھائی ہیں بہ اعتبار اسناد بھی، بہ اعتبار راویان بھی اور بہ اعتبار متون بھی، امام بخاری کو بیان سند میں بھی تسامح ہوا، متن حدیث میں تسامح کا شکار ہیں، استنباطِ مسائل میں بھی تسامح کے شکار ہیں، ایسا نہیں ہے کہ یہ ہمارا الزام ہے بلکہ اہل سنت والجماعت کے جیّد علماء نے مسامحات بخاری کی نشاندہی کی ہے، تفصیل کے لئے صحیح بخاری کی شروح کا جائزہ لیا جائے خاص کر ''فتح الباری شرحِ صحیح بخاری'' تصنیف حافظ ''ابن حجر عسقلانی''، ''عمدۃ القاری'' مصنف بدرالدین عینی وغیرہ۔ ان دونوں شروح کا شمار صحیح بخاری کی سب سے بہتر شروح میں ہوتا ہے۔ ظاہر ہے امام بخاری کو مسامحات کا شکار ہونا بھی چاہئے کیوں کہ بخاری کے پیشوا بھی شک کے مریض تھے، انکا شک تو خود حضورِ اکرمؐ پر تھا۔

امام بخاری نے ضعیف راویوں سے احادیث لیں بلکہ مجہول اور کذاب راویوں کو ثقہ جانا ہے، امام بخاری کے تمام راویوں پر بحث کے لئے علیحدہ کتاب درکار ہے اس مختصر تحریر میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے پھر بھی اشارۃً تحریر کردوں کہ امام بخاری کے سب سے معتبر راوی ''ابوہریرہ'' ہیں جن کو اپنی اسانید میں امام بخاری اور ان کے ہمنواؤں نے معتبر سمجھا ہے ان کا یہ عالم ہے کہ بنی امیہ کی خیرات پر حدیثیں وضع کرنا انکا پیشہ ہے۔ ''ابوہریرہ'' کے معیار کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ کسی نیم حکیم نے 'دست' کے مریض کو مار ڈالا، آپ (ابوہریرہ) نے نیم حکیم سے رشوت لیکر فرمایا کہ ''رسولؐ نے فرمایا ہے جو دستوں کی بیماری میں مر جائے وہ شہید ہوتا ہے''۔ یہ ہیں وہ راوی جو امام بخاری کی نگاہوں میں معتبر ہیں اس کے علاوہ جنکو خود امام بخاری نے غیر معتبر جانا ان سے بھی

حدیثیں لیں ہیں چنانچہ امام بخاری نے اپنی کتاب ''الضعفاء الصغیر'' میں لکھا کہ ''اسمٰعیل بن ابان جو ہشام بن عروہ سے روایت کرتا ہے متروک الحدیث ہے'' جسے خود متروک الحدیث کہا اسی سے امام بخاری نے حدیثیں روایت کی ہیں اس سلسلے میں شارحِ بخاری ابن حجر عسقلانی نے صفائی کے وکیل کی حیثیت سے توجیہ پیش کی کہ چونکہ اسماعیل بن ابان امام بخاری کے استاد تھے اس لئے ان سے حدیث و روایت کی سوال یہ ہے کہ غلط بیانی کرنے والا استاد نہیں باپ بھی ہوا تو اس سے احتیاط واجب ہے کیوں کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ ''جو شخص مجھ سے جھوٹ منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے گا'' احادیث کے ذریعہ مسائل شریعہ کا استنباط بھی اس طرح سے کیا ہے کہ مسئلہ نص سے ٹکرا جائے اجتہاد، نص صریح کے مدمقابل کھڑا نظر آئے غور کیجئے امام بخاری فرماتے ہیں کہ ''دورِ رسولؐ میں کتّے مسجد میں آجایا کرتے تھے اور بسا اوقات وہ مسجد میں پیشاب بھی کر دیا کرتے تھے اور صحابہ اس پر پانی نہیں ڈالتے تھے'' اب ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے شارحِ بخاری 'بدرالدین عینی' کی عبارت درج کر دیتے ہیں کہ ''اس حدیث سے امام بخاری نے کتّے کے پیشاب کی طہارت پر استدلال کیا ہے۔'' عمدة القاری جلد ۳، صفحہ ۴۴۔ یا کتے کا جھوٹا پاک ہونے کی کے سلسلے میں امام بخاری نے حدیث لکھی کہ ''رسولؐ اللہ نے بیان کیا کہ ایک باولا کتا کیچڑ چاٹ رہا تھا ایک شخص نے اسے دیکھا اور اپنے موزے میں پانی بھر کر چلو سے کتے کو پانی پلایا۔۔۔اس حدیث کے لئے ابن حجر عسقلانی نے تحریر کیا کہ ''مصنف نے اس حدیث سے کتے کے جھوٹے کی طہارت پر استدلال کیا ہے''۔ فتح الباری جلد ا صفحہ ۲۸۹۔

بہر حال یہ ہے صحیح کتاب کا عالم بقیہ کا احوال کیا بیان ہو حضرات شیعہ بخاری کو معتبر نہیں جانتے کسی تعصب کی بنیاد پر نہیں بلکہ عقل و منطق کی بنیاد پر اپنے علم کی بنیاد پر جسکی بہت سی دلیلیں ہیں صرف خاتمہ کلام میں ایک دلیل حاضر کر کے بات تمام کی جاتی ہے۔

شیعہ حضرات امام بخاری کی حدیثوں کے جمع کرنے کی سعی کو سعی لا حاصل تصور کرتے ہیں گو کہ امام بخاری نے بہت سے سفر کئے، جمع احادیث کے لئے بہت سے روایوں سے ملے مگر جہاں سے صحیح احادیث مل سکتیں تھیں امام بخاری وہاں نہیں گئے۔

امام بخاری نے ۲۱۰ھ یا ۲۱۶ھ میں مکہ میں بخاری شریف جمع کرنے کا کام شروع کیا اس سے قبل ''تاریخ کبیر'' مرتب کی پھر بصرہ، بغداد اور بہت سی جگہوں کا سفر جمع احادیث کے لئے کیا، اُس زمانے میں فرزندِ رسولؐ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام جو عراق میں تھے ۲۲۰ھ میں شہید ہوئے پھر حضرت امام علی نقی علیہ السلام مدینہ میں ہی تھے اُسی زمانے میں امام بخاری مکہ میں لوگوں سے مل کر حدیثیں جمع کر رہے تھے اگر چاہتے تو امام علی نقی علیہ السلام سے مل کر صحیح حدیثوں کا علم حاصل کرتے یا اسکے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے ملاقات کرتے ان سے حدیثوں کا علم حاصل کرتے کیوں کہ یہ ائمہ اپنے عہد میں صاحبِ کرامت، ثقہ، متقی، زاہد اور عالم مشہور تھے ہر ایک نے ان کے علم و فضل کا ذکر کیا ہے پھر امام بخاری کو حبِّ رسولؐ کا دعویٰ بہت شدید تھا اس کا بھی تقاضہ تھا کہ خاندان رسولؐ کی وہ شخصیتیں جو سیرت و کردار میں سیرت رسولؐ کا آئینہ تھیں ان سے ملاقات ہی کر لیتے مگر امام بخاری نے ان حضرات سے کسب فیض تو درکنار ملاقات بھی

گوارہ نہ کی۔ پس جو شخص خانوادۂ رسالت کو غیر معتبر سمجھے انکا احترام نہ کر سکے ان سے آثار رسولؐ نہ حاصل کر سکے، ہم رسولؐ اللہ کے کلمہ گو اس شخص کو کس طرح معتبر و محترم سمجھ سکتے ہیں اسکی تصانیف کو کیسے لائق اعتماد مان سکتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ امام بخاری نے حکومت کی بخشش پر پلنے والے ضمیر فروش علماء سے جھوٹی حدیثوں کو جمع کر کے صحیح بخاری کی تدوین کی مگر اس جھوٹ کے پلندے میں بھی کچھ سچی حدیثیں بھی جمع ہو گئیں ہیں اسی کو کہتے ہیں کہ حق سر چڑھ کر بولتا ہے، اسی کی طرف امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اشارہ کیا ہے کہ ''کوئی باطل اس وقت تک تیار نہیں ہوتا جب تک اس میں تھوڑا حق نہ شامل کر لیا جائے''۔ یہی حال صحیح بخاری کا بھی ہے۔

خدا سلامت رکھے مولانا عباس ارشاد نقوی کو کہ انہوں نے باطل کے اس ڈھیر میں پوشیدہ حق کے گوہروں کو تلاش کیا اور باطل کی احمقانہ روایات کو بھی اجاگر کیا تاکہ تحقیقی کام کرنے والوں کو ایک ہی جگہ سب روایات دستیاب ہو جائیں اور وہ مزابل بخاری میں حق تلاش کرنے کی زحمت سے بچ جائیں۔ خدا ان کی اس محنت اور کاوش کو قبول فرماتے ہوئے ان کے علم میں اضافہ فرمائے اور ان کو اس طرح کے کاموں کو اور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

فقط

خاکپائے شاہِ نجف

سید غلام حسین زیدی صدفؔ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

FOREWARD

I am writing with great awe and pening a few lines with hands charged with emotion.

The great research done by Khatib-e-Inquilab Moulana Syed Abbas Irshad Naqvi is a great historical achievement. But after reading the Sunna of our prophet by the Authentic Muslim Scholars, and their salm of Islam from hundreds of years, we muslim are confused in search of sunna of our beloved Prophet Mohammed(s.a.w.a.s). Which rises a question for e.g. whether are our beloved prophet Mohammed (s.a.w.a.s) was the follower of mussallah's shown by Imam Maliki, Imam Shafayeé, Imam Hanafi or Imam Hambali, who came hundred of years after the sad demise of our beloved prophet?

This book "AETRAF-e-BUKHARI" throws light on the right sunnat of Rasool, which was changed from the very next day of the sad demise of prophet Mohammed (s.a.w.a) SAQIFA.

As this book "AETRAF-e-BUKHARI" is the key which unlock the hidden mystries of hadees in "SAHEE BUKHARI" which was written by Mohd ibne Ismayeel Bukhari, which is wrongly misguiding, and was forwarded by their religious scholars which ultimately leeding them away from the real sunna. More so ever they also lost their real meaning & identity of sunni which still prevails today in there society.

In conclusion after reading this book "AETRAF-e-BUKHARI" I appeal to all the muslim world to go through their book "SAHEE BUKHARI" which was written by 'Mohammed ibne Ismayeel Bukhari' and look into the real facts of Islam.

As Khatib-e-Inquilab Moulana Sayed Abbas Irshad Naqvi in his book clearly states out without any difficulties make the research scholars and general public to probe into the anal of history, and search the right path. Which was wrongly forwarded by their muslim religious scholars.

Habib Yusuf Naseer

Secretary

All India Idara-e-Tahaffuz-e-Hussainiyat

ثواب صواب

روح الملت ،

سید علی ناصر سعید عبقاتی

عرف آغا روحی

عزیزم مولانا عباس ارشاد نقوی نے منبر سے دشمنان ائمہ معصومین وشہدائے کربلا علیہم السلام کے خلاف اپنی حیثیت منوالی جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ مخالفین عزا موصوف کی مخالفت میں منہمک ہیں۔

اب انہوں نے اس کتاب کو درایت کا فہرست کذب وصداقت کی فرہنگ کا ھیولیٰ دیا ہے جسے خدا کی کتاب کے بعد دنیا کی سب سے زیادہ صحیح کتاب کہا جاتا رہا ہے۔

علامہ صدف جونپوری نے تفصیلی مقدمے میں بہت باریک نگاری کی ہے جو کتاب فہمی میں بیحد مددگار ہے۔

عباس ارشاد میری پھوپھی زاد بہن اور سرکار ناصر الملت کی بڑی نواسی کے فرزند ہیں میں تعارف وتعریف کروں۔؟ یہ مناسب نہیں ہے، بہر حال نگارش صحیح بخاری کے بعد یہ صاحبان ذوق سلیم کے لئے اپنی نوعیت کے اعتبار سے پہلا تحفہ ہے۔

گر قبول افتاد در اہل نظر
ایں ثمر اندر ثمر اندر ثمر

علی ناصر سعید عبقاتی

عرف آغا روحی

۲۰۰۴ کی اختتام کی پانچویں رات،

(بوقت دس بجکر بیس منٹ)

کتب خانہ ناصریہ شاستری نگر لکھنؤ۔

باسمہ سبحانہٗ

اظہار خیال

حجۃ الاسلام مولانا ظہیر احمد خان افتخاری

خوشتراں باشد کہ سرّ دیگراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

موجودہ دور میں مدارس اور علمی درسگاہیں شخصی اور خاندانی جاگیریں بن گئی ہیں نا اہل اور ناخواندہ مولوی زادوں کو مدرسوں کی باگڈور سونپی جارہی ہے۔ کتب خانہ اُجڑ رہے ہیں اور علم وادب کی مسندیں ویران ہورہی ہیں درس گاہوں میں جاہل مدرسین کو اہمیت دی جارہی ہے فقہ وحدیث وتفسیر اور کلام ومناظرہ کو قصہائے پارینہ کا نام دیا جا رہا ہے علمی وتاریخی اور مذہبی بحثوں کو وقت کی بربادی اور اوقات کا ضیاع تصور کیا جارہا ہے دینی ومذہبی درس گاہوں سے خاطر خواہ صاحبان قلم نہ کے برابر وجود میں آرہے ہیں بلکہ ہر شخص صرف اور صرف زبان وبیان سے سے ہی خدمتِ دین ودنیا کرنا اپنا فریضہ سمجھ رہا ہے ایسے حالات میں جو حضرات لکھ رہے ہیں یا ترجمہ کررہے ہیں وہ بھی زیادہ مطمئن نہیں ہیں کیونکہ اُنکی تحریریں یا تو زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو پاتیں یا پھر چھپنے کے بعد نشر نہیں ہو پاتیں ہیں اس وجہ سے اہل قلم کے حوصلے پست ہوجاتے ہیں ایسے حالات میں کسی اچھے خطیب ومقرر کا تصنیف وتالیف کے میدان میں قدم رکھنا یقیناً لائق مدح وثنا ہے وہ بھی ایسی کتاب کا تالیف کرنا جسمیں کلام باطل سے حق کو نکال کر یکجا کرنا ایسا ہی ہے جیسے اندھیرے میں سوئی کا ڈھنڈ نکالنا ہے۔ ''اعترافاتِ بخاری'' ایسی ہی ایک گراں قدر قابلِ

فخر تالیف ہے جسکو برادرم مولانا عباس ارشاد صاحب نقوی نے ترتیب وتحریر فرمایا ہے۔ یہ تالیف مولائے کائناتؑ کے قول کے مطابق ہے "خذ ما صفا ودع ماکدر"۔ 'جو بہتر ہو اس کو لے لو اور جو خراب ہو اس کو چھوڑ دو' کو مدِ نظر رکھتے ہوئے منصۂ شہود پر لائے ہیں۔ موصوف نے اس کتاب کو تالیف کرکے یہ واضح کر دیا ہے کہ چاہے جتنا فضائلِ اہل بیتؑ کو چھانٹ کر نکالا جائے یا حق کو چھپایا جائے پھر بھی دشمنانِ اہل بیتؑ کی کتابوں میں فضائل ویسے ہی باقی وموجود ہیں جیسے کوئلہ کی کان میں ہیرا، کانٹوں کے بیچ میں گل تر، یا شام کی تاریکی میں محبان علیؑ وسادات۔ اسی لیئے پیغمبرؐ نے فرمایا تھا 'الحق یعلیٰ ولا یعلوا علیہ' حق سب سے اونچا کیا گیا ہے حق سے کوئی بلند نہیں ہوسکتا۔

برادرم مولانا عباس ارشاد صاحب کی یہ پہلی تالیف ہے اس میں آپ نے وہی طرز تحریر اختیار کیا ہے جو آپ کے بزرگان خاندان مفتی محمد قلی صاحب و صاحب عبقات الانوار' سے لیکر سعید الملت مولانا محمد سعید صاحب اعلی اللہ مقامھم نے اختیار کیا تھا کیونکہ امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے: "رد الحجرہ من حیث جاء فان الشرا لا یدفعہ الا الشر" جدھر سے پتھر آئے اسی طرف اس کو واپس پھینک دو کیونکہ شر کا جواب شر سے دیا جاتا ہے۔ خدا موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور آئندہ اس سے بہتر تصنیف و تالیف منظر عام پر لائیں۔ آمین یارب العالمین۔

؎ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

خادمِ الشریعۃ المطہرہ

ظہیر احمد خان افتخاری

ادارۂ شیعہ مشن، رستم نگر، لکھنؤ

اعترافِ حق

میرے پیارے دوست وعزیزم محترم جناب سید عباس ارشاد صاحب المعروف "خطیبِ انقلاب" کی یہ سعی آپ کے ہاتھوں میں ہے اب یہ آپ کے اوپر ہے کہ آپ اس کو پڑھنے کے بعد اعترافِ حق کرتے ہیں یا نہیں؟ بس پڑھتے وقت اتنا ضرور خیال رہے کہ سورۂ مدثر کی یہ آیت شریف "وکنا نخوض مع الخآئضین" ہر صاحب ایمان کے لئے صاف اشارہ ہے کہ ذات، دولت اور اغراض کی بنا پر مصلحت پسندی، صحجلہ اعمال کو بارگاہ پروردگار میں قبولیت سے محروم رکھتی ہے رشتہ داریاں، عیش وعشرت، دوست وعزیز جب ساتھ چھوڑتے ہیں تو فقط ایمان ہی سہارا ہوتا ہے اور اگر ایمان ہی بے ایمان ہوجائے تو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ "لاتبقر ولاتذر" کا منظر پیش کرتی ہے۔

اسلام، رشتہ داریوں، اپنے محبوب کے ساتھیوں اور دوستوں سے محبت کا ہی نام نہیں ہے بلکہ ان میں جو حق ہیں بس وہ حق ہیں اور جو باطل ہے وہ باطل ہے، افسوس ذہنِ مسلمان پر کہ اس نے اسلام کو اپنے پرائے میں بانٹ دیا ہے جب کہ نبی کریم عملی ثبوت دے چکے ہیں کہ سبب محبت ایمان ہے رشتہ داری نہیں۔ حبش کا رہنے والا بلالؓ، فارس کا رہنے والا سلمانؓ اعلان حق کے طرفدار ہیں تو اپنے ہیں اور اگر چچا طرفدارِ حق نہ ہو تو "تبت یدا ابی لھب" کا مستحق ہوگا۔ آپ خود سوچئے کہ قاتل اور مقتول، ظالم اور مظلوم ایک ہی جیسے ہوگئے تو پھر اللہ کیا اور اسکا قانون کیا؟

برادر محترم علامہ عباس ارشاد صاحب قبلہ نقوی کی اس بہترین کوشش پر سراپا تفصیر سید حسن ظہیر کے ڈھیروں سلام۔

فقط

والسلام

غلامانِ اھلبیتؑ

سید حسن ظہیر رضوی

مفتی گنج لکھنؤ

تاثرات از خطیبِ آلِ محمدؐ مولانا میثم زیدی

تاریخ گواہ ہے کہ حقیقی دین اسلام یعنی مذہب حضرات محمدؐ و آل محمدؐ کی حقانیت فقط قرآن اور حدیث کی روشنی میں تحریر کردہ علمائے حق کی کتابوں سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ اغیار کی تحریروں کے درمیان بھی روشن و منور نظر آتی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ صحاح ستہ کی فصلوں کے درمیان مذہب اہل سنت کے قلعہ میں شیعت کی صداقت کچھ اس طرح نظر آتی ہے جیسے قصر فرعون میں موسیٰؑ پرورش پاتے نظر آتے ہیں۔

اہل سنت کے نزدیک معتبر ترین کتاب جسے وہ ''صحیح بخاری'' کہتے ہیں کو پڑھکر جہاں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ سرکش بندۂ کفر مکر و فریب سے کام لیکر جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے کی کوشش کرسکتا ہے وہیں اللہ کی قدرت کاملہ پر بھی یقین میں اور اضافہ ہوتا ہے کہ وہ جب چاہے جہاں چاہے حق کو ظاہر کرسکتا ہے، اور سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ سے الگ کرسکتا ہے۔

ہمارے بھائی خطیبِ انقلاب مولانا سید عباس ارشاد نقوی صاحب نے اس نکتے کو ذہن میں رکھ کر بخاری کا مطالعہ کیا اور بخاری میں جو روایات اثبات حق اور ابطال باطل کی صورت میں نظر آئیں ان کو جمع کیا اور ان سے جو نتیجے برآمد ہوئے اس کو تحریر کیا اور اس طرح ''اعترافاتِ بخاری'' کے نام سے یہ کتاب مرتب ہوئی۔

اس کتاب یعنی ''اعترافاتِ بخاری'' کو پڑھکر ایسا محسوس ہوگا کہ بخاری کے شکم سے کچھ حقائق اس طرح باہر آتے ہوئے نظر آتے ہیں جیسے ابوقحافہ کے بیٹے کے گھر سے

حضرت محمدؓ ابن ابی بکر برآمد ہوتے نظر آئے۔

امید قوی ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے حق کا بازار چڑھتا نظر آئے گا اور باطل کا بخار اترتا نظر آئے گا۔

آخر میں حضرات محمدؐ و اہلبیتِ محمدؐ کو اپنی معرفت کا ذریعہ اور اپنی قدرت کاملہ کا مظہر قرار دینے والے اللہ سے انہیں حضراتؑ کے واسطے سے میں دعا گو ہوں کہ مولانا سید عباس ارشاد صاحب اسی طرح اپنی بے مثل تقریروں اور لاجواب تحریروں سے خدمت دین کرتے رہیں اور ہر بلا و مصیبت سے محفوظ رہیں۔

فقط

حسن متقی میثم زیدی

تاثرات از مولانا رحمت حسین نقوی صاحب

یقیناً یہ معجزۂ اہل بیت علیھم السلام اور قدرتِ معبود کا مظہر ہے جو دشمنانِ اہل
بیتؑ کی زبان اور قلم سے تائیدِ حق اہل بیتؑ اور تردیدِ دشمنانِ اہل بیتؑ کا اظہار ہوتا ہے
چنانچہ ''صحیح بخاری'' جیسی دشمنیٔ آلِ محمدؐ میں لکھی جانے والی کتاب سے بھی یہی مظاہرہ ہوتا
ہے، برادرم عباس ارشاد صاحب نے اسی معجزۂ آل محمد علیھم السلام کو ثابت کرنے کے لئے
اعترافتِ صحیح بخاری جیسی کتاب مرتب کی ہے جس میں ان روایتوں کا ذکر ہے جو تائیدِ حق
اور تردیدِ باطل کرتی ہیں حالانکہ یہ بات بات بھی ذہن نشیں رکھنا چاہئے کہ جب سے
ہمارے علماء نے اس طرح سے حق کو ثابت کرنا شروع کیا تو بہت تیزی کے ساتھ صحیح بخاری
اور اس جیسی دیگر کتابوں میں ترجموں کے ساتھ تبدیلیاں کی جانے لگیں چنانچہ اصل صحیح
بخاری اور موجودہ صحیح بخاری میں کافی فرق ہے، بہت سی احادیث ہٹا دی گئیں ہیں اور
مسلسل تحریفات ہو رہی ہیں یہ اعترافاتِ بخاری بھی تحریف شدہ صحیح بخاری کی مدد سے تحریر
کی گئی ہے اصل صحیح بخاری میں بہت ہی کچھ ہے لیکن اصل بخاری کے بجائے تحریف شدہ
بخاری کی مدد سے اس کتاب کو لکھے جانے کا مقصد یہ بھی ہے کہ تحریف کے باوجود بھی حق کو
چھپایا نہیں جا سکتا۔ اللہ اہل بیتؑ کے صدقہ میں مولانا عباس ارشاد صاحب کی توفیقات
میں اضافہ فرمائے۔ آمین

فقط

مولانا رحمت حسین نقوی

تاثرات زینبؑ مشن

اس کتابچہ میں فضائلِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کا بیان اس گروہ کی کتاب کے حوالے سے کیا
گیا ہے جس نے فضائل ائمہ کو چھپانے اور اپنے پیشواؤں کے جھوٹے فضائل کو بڑھانے
میں عظمت و تقدس رسالت کا بھی کوئی خیال نہ رکھا۔ اس گروہ کی سلطنتوں نے اہل بیتؑ کی
فضیلتوں کو چھپانے کے لئے حق بیان کرنے والوں کے سر قلم کروائے، سولی پر چڑھوایا،
زبانیں کاٹیں اور زندانوں میں رکھ کر ان کی تحریر اور تقریر کو ظلم سے دبایا۔

اس تالیف کو دیکھنے کے بعد یہ بات صاف ظاہر ہے کہ حق بات میں اتنی طاقت
ہے کہ خود حق پوشوں کی زبان پر آئے بغیر نہیں رہ سکتا اور پھر ان فضائل کا کیا کہنا جن کی
گواہی دشمن سے مل جائے اور مخالفین کی اس نفرین اور خامیوں کا کیا مقابلہ جو ان کے
معتقدین کے قلم سے خود اپنے پیشواؤں کے لئے عمداً یا سہواً نکلی ہوں۔

ہم اراکین ادارہ دعا کرتے ہیں کہ اس طرح کی تالیفات اور تقاریر کے ذریعہ
حق کو ظاہر کرنے والوں اور بگڑے عقائد کو درست کرنے والوں کے قلم اور زبان میں
پروردگارِ عالم ائمہ معصومینؑ کے صدقہ میں اور زیادہ طاقت عطا فرمائے۔ آمین

فقط

اراکین آل انڈیا زینبؑ مشن

پیش لفظ

امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں: ''زندگی عقیدے کے جہاد کا نام ہے۔''
سرکار سید الشہداء کے اس قول کے بعد زندہ وہی ہے جو عقیدے کے لئے مصروف جہاد رہے۔ جہاد صرف تلوار کے ذریعہ نہیں ہوتا بلکہ ایک جہاد باالسان ہے یعنی زبان کے ذریعہ جہاد اور ایک جہاد باالقلم ہے یعنی قلم کے ذریعہ جہاد۔ بی بی فاطمہ زہراؑ کا صدقہ ہے کہ ان کے لال کے ذکر کے طفیل میں جہاد باالسان کر رہا ہوں، مگر اس زبان کے جہاد میں، جہاد باالقلم کی ضرورت بھی لازمی تھی۔ اکثر و بیشتر مواقع ایسے آئے اور آتے رہتے ہیں جب مدِ مقابل نے کتابوں کے حوالے مانگے چنانچہ اسی سلسلہ میں ایک اہل حدیث عالمِ دین جو ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فارغ ہیں اور لکھنؤ کی ہی ایک مسجد کے امام جمعہ ہیں ان سے بحث ہوئی، (جواب بطفیل آل محمدؐ شیعہ ہیں مگر مصلحت کی بنا پر تقیے کے عالم میں ہیں) میں اپنی حقانیت کے ثبوت دیتا رہا مگر ان کی ضد یہ تھی کہ بخاری شریف میں دکھایئے، مجھے بخاری کی تینوں جلدیں خریدنا پڑیں اور میں نے ان سے بحث کے لئے جب بخاری شریف کا مطالعہ کیا تو صحیح بخاری میں موجود موادِ حق اسی طرح نظر آیا جیسے دربارِ فرعون میں حضرت موسیٰؑ۔

یہ صرف اور صرف مظلومیٔ آل محمدؐ کا معجزہ اور انتظامِ قدرت ہے کہ وہ کتاب جس کی بنیاد عداوتِ اہل بیت علیہم السلام پر قائم ہے اسی کتاب میں تلاشِ حق کرنے والوں کے لئے اشارے ہی اشارے ہیں۔ صحیح بخاری کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں

کہ بخاری کی تالیف کا مقصد ہی لوگوں کو درِ اہلبیتؑ سے دور کرنا اور دشمنانِ اہلبیت سے قریب کرنا ہے۔ مگر اللہ نے اسی کتاب کے مؤلف کے ہاتھوں سے اسی طرح حق لکھوالیا جس طرح کئی مواقع پر کفار تک سے اقرارِ حق کروایا ہے۔ بہر حال بخاری میں بہت کچھ ہے لیکن سب سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ مجھ جیسے لوگوں کے لئے یہ ڈھونڈھنا کہ بخاری شریف میں کون سی روایت کہاں ہے، بہت دشوار کن ہے کیوں کی اس کتاب میں بخاری نے باب کچھ قائم کئے ہیں اور اس میں باتیں کچھ اور لکھ دی ہیں، مثال کے طور پر دوسری جلد میں 'کتاب مناقب' ہے، یعنی وہ حصہ جس میں فضائل کا بیان ہے، اگر مجھ جیسا کوئی فہرست مظامین دیکھ کر 'کتابِ مناقب' کو پڑھے گا تو وہ مایوس ہو جائے گا کیوں کہ اہلبیت کے مناقب کے نام پر بہت ہی مختصر سا بیان وہاں موجود ہے۔ اور پہلی جلد کی 'کتاب الاذان' میں جہاں نماز کا ذکر ہے وہاں، بہت سی روایات موجود ہیں جو مولا علیؑ کی عظمت پر دلالت ہیں۔ مختصر یہ کہ بخاری میں مضامین ڈھونڈھنا بہت ہی دشوار گزار ہے۔ اسی سبب میں نے سوچا کہ کیوں نہ ایک ایسی کتاب تحریر کی جائے جس میں تلاشِ حق کرنے والوں کی ایسی رہنمائی ہو جائے جس سے وہ با آسانی ''بخاری شریف'' کی ان روایات تک پہنچ جائیں جن کے حوالے اکثر و بیشتر دئے جاتے ہیں۔ اسی خیال نے مجھے آمادۂ تالیف کیا ورنہ کہاں تالیف اور کہاں میں۔

اس کتاب کو تالیف کہنے کے بجائے، محمد ابن اسمٰعیل بخاری کی کتاب ''صحیح بخاری'' کی روایات کے بازار کا، ایک ایسا گائیڈ کہنا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں جو اس چور بازار میں لٹے ہوئے مالِ حق تک پہنچا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہو جائے

کہ میں نے جس ''صحیح بخاری'' کی روایتوں کو پیش کیا ہے وہ کسی شیعہ ناشر کی نہیں ہے بلکہ فرید بک ڈیپو پرائیویٹ لیمیٹیڈ، ۴۲۲ مٹیا محل، اردو مارکیٹ، جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶ سے شایع ہوئی ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی اہل سنت والجماعت کے مولوی مولانا اختر شاہ جہاں پوری نے کیا ہے۔ لہٰذا اب اس میں کوئی شک نہ کرے کہ یہ شیعوں کی اپنی بنائی ہوئی روایات ہیں۔ مکمل طور پر کتاب اہل سنت کی، ترجمہ اہل سنت کا اور ناشر بھی اہل سنت حضرات کا ہے، صرف اور صرف ان روایات کو یکجا کر کے پیش کرنے کا جرم اس حقیر فقیر درِ امیرالمومنینؑ کا ہے۔

آخر میں میں ان تمام افراد کا بہت مشکور ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تالیف میں میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ ان میں خاص طور پر سرکار روح الملت جناب مولانا آغا روحی صاحب قبلہ، مولانا صدف جونپوری صاحب، محترم جناب مولانا ظہیر احمد افتخاری صاحب قبلہ، مولانا حسن متقی المعروف میثم زیدی صاحب، مولانا رحمت صاحب، مولانا سقلین عابدی، مولانا حسن ظہیر صاحب، مولانا محسن جعفری صاحب، وصی الحسن صاحب ایڈوکیٹ، حبیب یوسف ناصر ممبئی کے ساتھ ساتھ سید ممتاز علی نقوی المعروف نجمی صاحب جنہوں نے بہت ہی دل جوئی کے ساتھ اس کتاب کی کمپوزنگ کی ہے۔ ان سب افراد کے علاوہ میں سب سے زیادہ مشکور ہوں جناب میر حیدر حسین رضوی (مقیم بنگلور) اور سید شبیر علی نقوی جائسی (مقیم بنگلور) کا جنہوں نے اس کتاب کے اخراجات کی ذمہ داری لیکر مجھے اس کتاب کی تالیف کا حوصلہ دیا۔

اور آخر میں اس دعا کے ساتھ اس کتاب کو مومنینِ کرام کی خدمت میں پیش کر رہا

ہوں کہ پروردگار میری اس چھوٹی سی کوشش کو قبول فرمائے اور رسولؐ و آلِ رسولؐ اور شہداء کربلا خصوصاً باب الحوائج حضرت عباس علیہ السلام کے صدقے میں اُن سبھی کے کاروبار میں ترقی دے اور ان کے اہل وعیال کو ہر بلا و آفت سے محفوظ رکھے جنہوں نے اس کتاب کی تالیف میں تعاون کیا اور آخرت میں اِن سبکو شفاعتِ زہراؑ نصیب ہو۔

سید عباس ارشاد نقوی
نیا نجف روڈ، رستم نگر لکھنؤ
فون: 2647527
موبائل: 9838563072

(1): ''معاذ اللہ رسولؐ کو علم نہیں تھا کہ وہ رسولؐ بن گئے۔''

﴿کتاب وحی، جلد۔1، باب۔1، حدیث۔3، صفحہ نمبر 95﴾

''عائشہ فرماتیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلے وحی اترنا شروع ہوئی وہ اچھے خواب ہوتے تھے۔ جب کبھی وہ خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہوجاتا پھر آپ خلوت پسند بنتے گئے اور غار حرا میں قیام کرنے لگے وہاں کئی راتیں عبادت میں بسر کرتے یہاں تک کہ گھر آنے کا خیال آتا۔ کھانے پینے کا سامان لے جاتے پھر جب وہ سب ختم ہوجاتا تو حضرت خدیجہؓ کے پاس آتے اور توشہ لے جاتے، حتیٰ کہ اسی غار حرا میں قیام کے دوران آپ پر وحی کا نزول ہوا۔ فرشتہ آیا اور اسنے کہا پڑھیئے، آپ فرماتے ہیں میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، آپ فرماتے ہیں فرشتہ نے مجھے زور سے بھینچا کی میری طاقت جواب دے گئی پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھیئے، میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں پھر دوسری بار مجھے پکڑا اور زور سے دبایا یہاں تک کی میری طاقت جواب دینے لگی پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھیئے، میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں، اسنے پھر مجھے پکڑا اور تیسری بار مجھے دبوچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ اپنے رب کے نام سے جسنے انسان کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھ اور تمہارا رب بڑی عزت والا ہے۔ رسول اللہؐ نے ان آیات کو دوہرایا اور آپکا دل کانپ رہا تھا، آپ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد (ام المومنین) کے پاس آئے اور فرمایا مجھے کمبل اُڑھادو، انہوں نے کمبل اُڑھادیا، حتیٰ کہ آپ کا خوف جاتا رہا، حضرت خدیجہؓ کو سارا واقعہ سنایا اور فرمایا میری جان خطرے میں ہے

حضرت خدیجہؓ نے کہا ہر گز نہیں، خدا کی قسم اللہ کبھی آپ کو رسوا نہیں کرے گا، آپ صلہ رحمی کرنے والے، کمزوروں کا بوجھ اُٹھانے والے، محتاجوں کے لئے کمانے والے، مہمان نوازی کرنے والے، راہِ حق میں مصائب سہنے والے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ آپکو لے کر ورقہ ابن نوفل کے پاس گئیں جو سیدہ خدیجہؓ کے چچازاد بھائی تھے، جاہلیت کے دنوں میں نصرانی ہوگئے اور ابرانی میں کتاب لکھا کرتے تھے، چنانچہ انجیل سے ابرانی میں لکھتے جتنا اللہ تعالےٰ ان سے لکھوانا چاہتا، ورقہ بہت بوڑھے اور نابینہ ہوگئے تھے، حضرت خدیجہؓ نے کہا میرے چچازاد! اپنے بھتیجے محمدؐ کی بات سنو، ورقہ نے آپؐ سے دریافت کیا، برادر زادے! تم کیا دیکھتے ہو؟ آپؐ نے جو کچھ دیکھا سنا وہ سب بیان کردیا، ورقہ نے آپؐ سے کہا یہی وہ ناموس ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر اتارا کاش میں جوان ہوتا، کاش میں زندہ رہتا، جب آپ کو آپ کی قوم شہر بدر کردے گی۔ رسولؐ نے سن کر فرمایا کیا مجھے میری قوم نکال دے گی؟ ورقہ نے کہا ہاں! جو پیغام آپؐ لے کر آئیں ہیں، ایسا پیغام جب بھی کوئی لایا اس سے عداوت بڑھتی گئی اگر میں آپ کا زمانہ پاؤں تو آپ سے پوری طرح تعاون کروں گا۔ پھر کوئی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ورقا انتقال کرگئے اور وحی کا نزول بھی کچھ دنوں کے لئے بند ہوگیا۔ ابن شہاب، جابر ابن عبداللہ انصاری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے وحی کی بندش کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا ''میں ایک بار جا رہا تھا تو آسمان سے ایک آواز سنی اوپر دیکھا تو وہی فرشتہ تھا جو غارِ حرا میں میرے پاس آتا تھا، آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا تھا، میں اسے دیکھ کر خوف زدہ ہوگیا اور واپس گھر چلا آیا، میں نے کہا مجھے کمبل اُڑھادو، مجھے کمبل

اُڑھادو، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''اے کمبل پوش پیغمبرؐ اُٹھو! اور لوگوں کو ڈراوٗ، اپنے رب کی عظمت بیان کرو، اپنے لباس کو صاف ستھرا رکھو اور بتوں سے الگ رہو۔ پھر وحی کا سلسلہ تیز تر ہو گیا اور مسلسل آنے لگی۔

نتیجہ: ''صحیح بخاری'' کی اس روایت کو پڑھنے کے بعد نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ:

۱) معاذ اللہ رسول گو جبرئیل زور زور سے دبا کر زبردستی پڑھنے کو کہہ رہے ہیں۔ ایک طرف قرآن کہہ رہا ہے کہ ''دین میں کوئی جبر نہیں ہے'' دوسری طرف دین پہونچانے والے نبی پر ہی جبر ہو رہا ہے۔

۲) اس روایت سے دوسری بات یہ سامنے آرہی ہے کہ معاذ اللہ رسول کو رسالت ملنے کی وجہ سے جان خطرے میں نظر آرہی ہے اور ان کو علم ہی نہیں کہ وہ رسول بن گئے ہیں اور اس پر سے تماشہ یہ کہ ایک عیسائی انکی نبوت کی تصدیق کر رہا ہے۔ ایک طرف قرآن میں حضرت عیسیٰؑ اپنی نبوت کا اعلان آغوش مادر میں کر رہے ہیں دوسری طرف قرآن لانے والے کی نبوت کا اعلان ایک عیسائی کر رہا ہے۔

اس روایت میں ایک یہ بھی منظر ہے کہ معاذ اللہ نبی فرشتہ کو دیکھ کر ڈر گئے اور گھر میں چلے آئے جبکہ قرآن میں اسی ڈرنے والے کو ڈرانے والا بتایا جا رہا ہے۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ نبی کا ڈر جانا کچھ بزدلوں کے ڈر کو جائز بنانے کے لئے گڑھا گیا ہے۔

(2): ''معاذ اللہ رسولؐ گناہگار تھے۔''

﴿جلد۔ 1، کتاب الایمان، باب۔ 13، حدیث۔ 19، صفحہ 105﴾

''عائشہ فرماتیں ہیں جب کبھی رسولؐ اللہ لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیتے تو ایسے اعمال بتاتے جنہیں وہ با آسانی کر سکتے تھے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ ہم آپکی طرح تو نہیں جنکے اگلے پچھلے گناہ خدا نے معاف کر دئے اس پر آپ ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپؐ کے چہرے پر غصہ کے آثار ظاہر ہونے لگے پھر آپ نے فرمایا میں تم سب سے زیادہ خدا ترس اور اس کا جاننے والا ہوں۔''

نتیجہ: اس روایت سے معاذ اللہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی معصوم نہیں گنہگار تھے اور ان میں اور امت میں یہی فرق تھا کہ ان کے گناہ اللہ نے معاف کر دئے تھے۔

(3): ''پردہ عمر کی وجہ سے واجب ہوا۔''

﴿جلد۔ 1، کتاب الوضوا، باب۔ 108، حدیث۔ 146، صفحہ 155﴾

''عائشہ فرماتیں ہیں کہ ''رسولؐ کی ازواج رفع حاجت کے لئے رات کو مناصع کی طرف جاتیں تھیں (مناصع کا مطلب کشادہ ٹیلا ہے)۔ عمر رسولؐ سے کہا کرتے تھے کہ اپنی ازواج کو پردے میں بٹھائیں لیکن آپؐ ایسا نہیں کرتے۔ ایک رات عشاء کے وقت زوجہ رسول سودہ بنت زمعہ رفع حاجت کے لئے نکلیں آپ دراز قد عورت تھیں، عمر نے اس خیال سے کہ پردہ کے احکام نازل ہوں، پکار کر کہا سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا تب اللہ تعالیٰ نے پردہ کے احکام نازل فرمائے۔''

عالم ہوگا؟

(7): ''پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا سببِ عذاب ہے۔''

﴿جلد۔ 1 ، کتاب الوضو، باب ۔152 ، حدیث ۔213 ، صفحہ175﴾

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسولِ اکرمؐ مدینہ یا مکہ کے باغات سے گزرے تو آپؐ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا، آپؐ نے فرمایا ان پر عذاب ہو رہا ہے لیکن کوئی بڑے گناہ میں نہیں، فرمایا ان میں سے ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرتا تھا اور دوسرا چغلیاں کھاتا تھا پھر آپؐ نے ایک ہری شاخ منگائی اس کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں قبروں پر رکھ دیا، میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ یہ آپؐ نے کس کے لئے کیا؟ فرمایا (امید ہے) جب تک یہ سرسبز رہیں گی عذاب میں بھی کمی ہوتی رہے گی۔''

نتیجہ : اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پیشاب کی چھیٹوں سے پرہیز نہ کرنا عذاب کا سبب بنتا ہے اب اس کے آگے کی روایت پڑھئے اور نتیجہ نکالئے۔

(8): ''معاذ اللہ رسولؐ کھڑے ہو کر یہ عمل انجام دیتے تھے۔''

﴿جلد۔ 1، کتاب الوضو، باب ۔158 ، حدیث ۔221 ، صفحہ177﴾

''حذیفہ فرماتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کسی قوم کی کوڑی (جہاں کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا ہے) پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا، پھر پانی منگایا، میں پانی لایا اور آپنے وضو کیا۔''

نوٹ: اسی مضمون کی دو اور روایتیں باب۔۱۵۹ اور باب۔۱۶۰ پر بھی ہیں۔

نتیجہ : اس سے پہلے والی روایت سے ثابت ہے کہ جو پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتا اس پر عذاب ہوتا ہے۔ اور اس روایت میں (جو ابھی اوپر گزری) معاذ اللہ ثابت کیا گیا ہے کہ خود رسولؐ کھڑے ہو کر یہ عمل انجام دیتے تھے۔

اللہ جانے امام بخاری، ان روایتوں کے ذریعہ کیا ثابت کرنا چاہتے تھے؟

(9): ''روایتِ عائشہ کے آئینہ میں احترامِ رسولؐ۔''

﴿جلد۔ 1 ، کتاب الوضو، باب ۔162 ، حدیث ۔226، صفحہ178﴾

''عائشہ فرماتیں ہیں کہ میں رسولؐ اللہ کے کپڑے کی جنابت کو دھو ڈالتی پھر آپؐ نماز کے لئے نکلتے اور پانی کی تری آپؐ کے کپڑوں پر باقی ہوتی''۔

(10): دوسری روایت

﴿جلد۔ 1 ، کتاب الوضو، باب ۔163 ، حدیث ۔229، صفحہ178﴾

''عائشہ فرماتیں ہیں کہ میں رسولؐ اللہ کے کپڑے سے منی دھو ڈالتی پھر بھی اسکا ایک دھبہ یا کئی دھبے دیکھتی''۔

نتیجہ : معاذ اللہ، اللہ معاف فرمائے ان روایتوں سے اہلِ فکر کیا نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ بس اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ اگر عام آدمی کے کپڑوں پر اس طرح کے نشانات ہوں تو وہ نشست میں بیٹھنے سے کتراتا ہے اور بقول عائشہ معاذ اللہ رسولِ خدا اس عالم میں نماز

کے لئے نکلتے تھے۔ان روایتوں کو پڑھنے کے بعد ان روایتوں کی بیان کرنے والی کی شرم و حیا کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔

(11): ''ابو ہریرہ کی روایت اور کردارِ موسیٰؑ وایوبؑ''۔

﴿جلد۔ 1 ، کتاب الغسل، باب۔193 ، حدیث۔272، صفحہ192﴾

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا بنی اسرائیل والے برہنہ (ننگے) ہو کر غسل کیا کرتے تھے، لیکن موسیٰؑ اکیلے غسل کرتے تھے بنی اسرائیل بولے خدا کی قسم موسیٰؑ ہمارے ساتھ اس لئے نہیں نہاتے تھے کیوں کہ ان کے خصیئے پھولے ہوئے تھے، ایک بار آپ نہا رہے تھے اور آپ کے کپڑے ایک پتھر پر رکھے ہوئے تھے، وہ پتھر آپ کے کپڑے لیکر بھاگ نکلا، آپ بھی اس کے تعاقب میں دوڑے اور یہ کہتے جاتے تھے ''ائے پتھر میرے کپڑے دیدے، ائے پتھر میرے کپڑے دیدے'' یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کو دیکھ لیا اور بولے ''واللہ موسیٰؑ کو کوئی بیماری نہیں ہے'' موسیٰؑ نے اپنے کپڑے لئے اور پتھر کو مارنے لگے، ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ موسیٰؑ کی مار سے پتھر پر (اب تک) چھ یا سات نشان باقی ہیں۔(اسی سند سے) ابو ہریرہ رسولؐ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایوبؑ برہنہ نہا رہے تھے، ان پر سونے کی ٹڈیاں برسنے لگیں تو آپ انہیں اپنے کپڑوں میں سمیٹنے لگے، انہیں ان کے پروردگار نے آواز دی، ائے ایوبؑ کیا میں نے تمہیں اس سے جو کہ تم دیکھ رہے ہو بے نیاز نہیں کر دیا؟ بولے ہاں! تیری عزت کی قسم، لیکن میں تیری برکت سے بے پرواہ نہیں ہو سکتا''۔

نتیجہ : سبحان اللہ! دونوں روایتوں میں پہلی روایت بھی خوب ہے کہ صرف موسیٰؑ کہ جسم کے عیب کو دکھانے کے لئے معاذ اللہ برہنہ دکھایا جا رہا ہے اور تماشہ یہ کہ پتھر کپڑے لے کر بھاگ رہا ہے موسیٰ دوڑ رہے ہیں، پتھر سے التجا کر رہے ہیں، ائے پتھر میرے کپڑے دیدے۔ کیا اہلِ فہم اب بھی نہیں سمجھیں گے کہ یہ روایت وہی بیان کر سکتا ہے جس نے ماضی میں پتھروں کو خدا مان کر التجا کی ہو اور دوسری روایت کہ حضرت ایوبؑ کا برہنہ ہو کر نہانا اور سونے کی ٹڈیوں کا برسنا، حضرتِ ایوبؑ کا سونے کی ٹڈیوں کا سمیٹنا کیا پیغام دے رہا ہے۔شاید یہ برہنہ ہو کر نہانے کے فائدوں میں سے ایک فائدہ ہے۔ بسم اللہ ابو ہریرہ کے معتقدین کو سونا لوٹنے کا اس سے بہتر راستہ کیا ہو سکتا ہے۔

(12): ''عائشہ کا رسولؐ کی نماز کے دوران کعبے کی جانب پیر پھیلا کر لیٹے رہنا''۔

﴿جلد۔1 ، کتاب الصلوٰۃ، باب۔263 ، حدیث۔372، صفحہ 227﴾

''عائشہ فرماتیں ہیں میں رسولؐ اللہ کے سامنے لیٹی ہوئی تھی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ کی طرف ہوتے تھے جب آپ سجدہ میں جاتے تھے تو مجھے دبا دیتے اور میں اپنے پاؤں سکیڑ (سمیٹ) لیتی اور جب آپ قیام میں چلے جاتے تو میں (پھر) انہیں پھیلا دیتی۔حضرت عائشہ فرماتیں ہیں اس وقت گھروں میں دیئے کا رواج نہ تھا''۔

نتیجہ : اس روایت کو پڑھنے کے بعد عائشہ کو نماز اور کعبہ کے احترام کا کتنا خیال تھا

اس کا اندازہ باآسانی ہوتا ہے اور یہی روایت اسی باب میں حدیث نمبر ۳۷۳ اور ۳۷۴ پر بھی موجود ہے۔

(13): ''معاذ اللہ رسولؐ نے ظہر کی چار رکعتوں کے بجائے پانچ پڑھا دیں''۔

﴿جلد۔1 ، کتاب الصلوٰۃ، باب 273 ، حدیث ۔ 392، صفحہ 233﴾

''عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے ایک بار ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں، صحابہ نے عرض کیا، کیا نماز بڑھا دی گئی ہے؟ آپنے فرمایا کیا ہوا؟ عرض کیا پانچ رکعتیں پڑھی گئی ہیں (عبداللہ) کہتے ہیں آپ نے پاؤں موڑ کر دو سجدے کیئے۔

نتیجہ : معاذ اللہ رسولؐ کا رکعتیں بھول جانا چار کی پانچ پڑھانا، یہ سب ایک سازش کے تحت ہے حقیقت یہ ہے کہ کوئی اور جمعہ کی نماز بدھ کو پڑھا رہا تھا تو ضروری تھا کہ منافق کی غلطی کو صحیح کرنے کے لئے رسولؐ سے غلطی کرائی جائے۔

(14): ''عمر ابن خطاب فتنوں کا دروازہ ہیں''۔

﴿جلد۔1 ، کتاب مواقیۃ الصلوٰۃ، باب ۔ 354 ، حدیث ۔497، صفحہ 268﴾

''حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ ہم عمر کے پاس بیٹھے تھے، کہنے لگے تم سے فتنہ (فساد) کے متعلق رسولؐ اللہ کی حدیث کس کو یاد ہے؟ میں بولا مجھے اسی طرح یاد ہے جس طرح آپ نے فرمایا، عمر نے کہا کہ تم رسولؐ یا آپکی حدیث کے بیان کرنے پر دلیر ہو، میں

نے کہا انسان کو وہ فتنہ جو اسکی بیوی اور اس کے مال اور اولاد اور ہمسایوں میں ہوتا ہے اس کو نماز، روزہ، صدقہ اور امر بالمعروف، نہی عنی المنکر مٹا دیتے ہیں، عمر بولے میں یہ نہیں پوچھنا چاہ رہا تھا بلکہ وہ فتنہ جو دریا کی طرح ابل پڑیگا، حذیفہ نے کہا امیر ہم سے آپ کو کچھ اندیشہ نہیں کیونکہ آپ کے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے، عمر بولے وہ دروازہ توڑ ڈالا جائے گا یا کھول دیا جائے گا، حذیفہ نے کہا توڑ ڈالا جائے گا، عمر نے کہا تو پھر کبھی بند نہ ہوگا، ہم لوگوں نے حذیفہ سے کہا کیا عمر اس دروازہ کو جانتے تھے، انہوں نے کہا ہاں! جیسے تم کل کے بعد رات ہونے کو جانتے ہو، میں نے ان سے حدیث بیان کی جو غلط نہ تھی، ہمیں حذیفہ سے پوچھتے ہوئے ڈر لگا لیکن مسروق نے حذیفہ سے پوچھا، حذیفہ نے کہا وہ دروازہ خود عمر تھے۔''

نتیجہ : ''صحیح بخاری'' کی اس صحیح روایت کی روشنی میں وہ دروازہ جسمیں فتنہ داخل ہوں گے خود عمر ابن خطاب ہیں۔ اب لوگ فیصلہ کریں کہ کس دروازہ کو مرکز عقیدت بنائیں، اسے جو شہر علم کا دروازہ ہے یا پھر اسے جو فتنوں کا دروازہ ہے۔

(15): ''رسولؐ کے بعد نماز بدل دی گئی''۔

﴿جلد۔1 ، کتاب مواقیۃ الصلوٰۃ، باب ۔ 357 ، حدیث ۔ 501، صفحہ 269﴾

''انس روایت کرتے ہیں، جو رسولؐ اللہ کے عہد مبارک میں تھا وہ اب نظر نہیں آتا، کہا گیا نماز تو باقی ہے! انس نے کہا کیا نماز میں جو کچھ تم نے کیا ہے تمہیں نہیں معلوم؟''

(16): دوسری روایت

﴿جلد 1، کتاب مواقیۃ الصلوٰۃ، باب ـ 357، حدیث ـ 502،﴾

"زہری روایت کرتے ہیں، میں دمشق میں انس بن مالک کے پاس آیا، آپ رو رہے تھے، میں نے کہا، کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا جو کچھ رسولؐ اللہ کے زمانے میں تھا وہ اب میں نہیں پاتا، بس ایک نماز ہے تو وہ بھی تقریباً ضائع ہو چکی ہے۔"

نتیجہ : دونوں روایتیں اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ رسولِ خدا کے بعد نماز بھی بدل دی گئی، ظاہر ہے بدلنے والے وہی لوگ تھے جو رسولؐ کے بعد تھے جنھیں صحابہ کہا جاتا ہے یعنی صحابہ نے نماز تک کو بدل دیا۔

آگے ہم "صحیح بخاری" کی وہ روایتیں بھی دکھائیں گے جن سے ثابت ہے کہ صرف حضرت علیؑ کی نماز رسولؐ کی نماز جیسی تھی۔

(17): "رسولؐ نماز ظہرین اور مغربین ملا کر پڑھتے تھے"

﴿جلد 1، کتاب مواقیۃ الصلوٰۃ، باب ـ 368، حدیث ـ 532، صفحہ ـ 277﴾

"ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں رسولؐ اللہ نے مغرب اور عشا کی سات رکعت اور ظہر اور عصر کی آٹھ رکعتیں ملا کر پڑھیں۔"

نتیجہ : ہمارے اوپر ایک اعتراض یہ بھی ہوتا ہے کہ ان کے یہاں ظہر و عصر اور مغرب اور عشا ملا کر پڑھی جاتی ہے۔ تو اعتراض کرنے والے صحیح بخاری کی اس روایت کو

پڑھنے کے بعد رسولؐ کے لئے کیا کہیں گے۔ یا تو ہم رسول جیسی نمازیں پڑھتے ہیں یا رسول شیعوں جیسی نماز پڑھتے تھے۔

(18): "جس طرح چاند دکھائی دیتا ہے ویسے ہی اللہ دکھائی دیگا۔"

﴿جلد 1، کتاب مواقیۃ الصلوٰۃ، باب ـ 376، حدیث ـ 542، صفحہ ـ 281﴾

"جریر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں ہم رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے آپؐ نے چودھویں کی رات چاند کی طرف نظر اُٹھائی اور فرمایا عنقریب تم لوگ اپنے پروردگار کو بغیر کسی دقت کے دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھ رہے ہو لہٰذا اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تم طلوع آفتاب اور غروبِ آفتاب سے قبل کی نماز میں (شیطان سے مغلوب نہ ہو تو ایسا ضرور کرو پھر آپؐ نے فرمایا 'فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروبھا' امام بخاری کہتے ہیں ابن شہاب نے اسمٰعیل کے حوالے سے اور انہوں نے قیس اور انہوں نے جریر سے اتنا اضافہ کیا کہ عنقریب تم اپنے رب کو اعلانیہ دیکھو گے۔

نتیجہ : ایک طرف قرآن میں اللہ کا اعلان ہے کہ وہ جسم و جسمانیت سے مبراء ہے اس کی کوئی تمثیل نہیں، دوسری طرف امام بخاری خدا کو اعلانیہ طور پر دکھانے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ فیصلہ قارئین کریں کہ جو کتاب مخالف کتاب باری ہو وہ "بعد از کلام باری" کیسے مان لی جائے۔

(19): ''نبیؐ کا قول کچھ، اور فعل کچھ تھا۔'' (معاذ اللہ)

﴿جلد۔1 ، کتاب مواقیة الصلاۃ، باب ۔381 ، حدیث ۔ 556، صفحہ ۔284﴾

''ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں، میں نے رسولِ اکرمؐ کو یہ فرماتے سنا کہ صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں جب تک کہ سورج بلند نہ ہو جائے اور نہ نمازِ عصر کے بعد کوئی نماز ہے جب تک کہ سورج ڈوب نہ جائے۔''

نتیجہ: اس روایت سے واضح ہے کہ نبیؐ نے عصر کی نماز کے بعد مغرب تک کوئی نماز نہ پڑھی اور نہ پڑھنے کا کوئی حکم دیا مگر اس کے آگے کی روایت بھی ملاحظہ فرمائیں:

(20): دوسری روایت

﴿جلد۔1 ، کتاب مواقیة الصلوٰۃ، باب ۔383 ، حدیث ۔561، صفحہ ۔285﴾

''عروہ روایت کرتے ہیں کہ عائشہ نے کہا کہ'' اے میرے بھانجے! میرے پاس رسولؐ نے عصر کے بعد دو رکعتیں کبھی ترک نہیں کیں۔''

نتیجہ: اس روایت سے واضح ہے کہ رسولؐ عصر کے بعد دو رکعت نماز ہمیشہ پڑھتے تھے اور اس سے پہلے والی روایت سے واضح ہے کہ رسولؐ نے عصر کے بعد کوئی بھی نماز پڑھنے سے منع کیا۔ اگر دونوں روایتیں صحیح ہیں تو معاذ اللہ یہ ماننا پڑے گا کہ رسولؐ کہتے کچھ تھے اور کرتے کچھ تھے۔ (معاذ اللہ)

(21): ''معاذ اللہ رسولؐ کی نمازیں قضا ہو جاتیں تھیں۔''

﴿جلد۔1 ، کتاب مواقیة الصلوٰۃ، باب ۔385 ، حدیث ۔565، صفحہ ۔286﴾

''ابوقتادہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسولؐ کے ساتھ اس رات سفر کیا۔ بعض لوگوں نے کہا کاش! آپ ہم سب لوگوں کے ساتھ آرام فرماتے، آپؐ نے فرمایا مجھے خدشہ ہے تم نماز سے (غافل ہو کر) سو نہ جاؤ۔ بلالؓ نے کہا میں تم سب لوگوں کو جگا دوں گا، لہٰذا سب لوگ لیٹ گئے اور بلالؓ اپنی پیٹھ اونٹ سے ٹیک کر بیٹھ گئے۔ مگر ان پر بھی نیند نے غلبہ کر لیا اور سو گئے، رسولؐ اس وقت بیدار ہوئے جب سورج کا کنارا نکل آیا تھا۔ اور فرمایا بلال تم نے کہا تھا؟ انہوں نے عرض کیا مجھے ایسی نیند کبھی نہیں آئی، آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری روحیں جب چاہیں قبض کر لیں اور جب چاہیں لوٹا دیں، بلالؓ اٹھو اور نماز کے لئے اذان کہو، پھر آپؐ نے وضو فرمایا جب سورج بلند ہوا اور چمکا تو آپ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔''

(22): دوسری روایت

﴿جلد۔1 ، کتاب مواقیة الصلوٰۃ، باب ۔386 ، حدیث ۔566، صفحہ ۔286﴾

''جابرؓ ابن عبداللہ روایت کرتے ہیں، غزوۂ خندق میں آفتاب غروب ہونے کے بعد عمر نے قریش کو کوستے ہوئے کہا یا رسول اللہ میں نے عصر کی نماز ابھی تک نہیں پڑھی۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا واللہ! میں نے بھی عصر نہیں پڑھی، پھر ہم سب (مقامِ) بطحان میں ٹھہر گئے، آپؐ اور ہم نے نماز کے لئے وضو کیا پھر سورج ڈوبنے کے بعد پہلے عصر کی نماز

پڑھی پھر مغرب کی نماز پڑھی۔"

نتیجہ : دونوں روایات میں سے پہلی روایت میں معاذ اللہ نبیؐ نمازِ صبح کے وقت سوتے رہ گئے اور نماز صبح قضا ہوگئی۔ دوسری روایت میں رسولؐ کی عصر کی نماز قضا ہوگئی جب عمر نے کہا میں نے نماز عصر نہیں پڑھی تو معاذ اللہ رسولؐ نے بھی قسم کھا کر کہا میں نے بھی نہیں پڑھی، یہ سب بڑی سوچی سمجھی سازش کے تحت درج کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ عمر کی قضا نمازوں کی غلطیوں کو جائز ٹھرانے کا واحد راستہ یہی تھا کہ رسولؐ کی نمازیں بھی قضا دکھائی جائیں۔

(23) "عائشہ اور حفصہ نگاہِ رسولؐ میں۔"

﴿جلد۔1 ، کتاب الاذان، باب ۔437 ، حدیث ۔643، صفحہ ۔309﴾

"عائشہ روایت کرتی ہیں کہ رسولؐ نے اپنی بیماری کے دوران فرمایا ابوبکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، عائشہ کہتی ہیں میں نے حفصہ سے کہا تم عرض کرو جب ابوبکر آپکی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رقّت (رونے) کے باعث لوگوں کو اپنی قرائت نہ سنا سکیں گے، لہٰذا آپ عمر کو حکم دیجئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حفصہ نے آپؐ سے کہا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ٹھرو تم یوسفؑ کو گھیرنے والی عورتیں ہو، ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حفصہ نے عائشہ سے کہا، میں نے آپ سے کوئی خیر (نیکی) نہیں پائی۔"

نتیجہ : امام بخاری نے اپنے نزدیک بڑی چالاکی سے اس روایت کے ذریعہ ابوبکر کو جانشینِ رسولؐ ثابت کرنے کی کوشش کی مگر اپنے ہی جال میں پھنس گئے کیونکہ اس

روایت سے ابوبکر اگر جانشینِ رسولؐ اس لئے ثابت ہوں گے کہ رسولؐ نے انہیں نماز پڑھانے کے لئے حکم دیا تو عمر جانشین کی فہرست سے غائب ہو رہے ہیں کیونکہ نبیؐ نے ان کا نام سنکر ناراضگی کا مظاہرہ کیا اور ان کی بیٹی حفصہ کو ڈانٹ دیا، دوسرے یہ کہ نبیؐ نے حفصہ اور عائشہ کو جناب یوسفؑ کو گھیرنے والی عورتوں سے تشبیح دی ہے۔ اس روایت کے بعد ان دونوں کو ام المومنین کہنے والے غور کریں، جو سیرت میں زنانِ مصر جیسی ہوں وہ ام المومنین کے لقب کی حقدار کیسے ہو جائیں گی۔ تیسرے یہ کہ اس روایت میں عمر کی بیٹی حفصہ نے ابوبکر کی بیٹی عائشہ سے کہا میں نے آپ سے کوئی خیر نہیں پایا۔ یعنی حفصہ عائشہ کے شر کا کھلا ہوا اعلان کر رہی ہیں۔ فیصلہ کیجئے کہ دونوں میں کس کو مانئے گا۔

(24): حضرت علیؑ کی نماز دیکھ کر صحابہ کو رسولؐ کی نماز یاد آئی۔"

﴿جلد۔1 ، کتاب الاذان، باب ۔502 ، حدیث ۔747، صفحہ ۔343﴾

"مطرف بن عبداللہ روایت کرتے ہیں، میں نے اور عمران بن حصین نے حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی جب وہ سجدہ کرتے تکبیر کہتے، جب سر اُٹھاتے تکبیر کہتے، جب دو رکعتوں سے اُٹھتے تکبیر کہتے تھے، چنانچہ جب ہم نماز پڑھ چکے تو عمران بن حصین نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا اس شخص نے مجھے رسولؐ کی نماز یاد دلا دی یا انہوں نے ہمیں رسولؐ جیسی نماز پڑھائی۔"

نوٹ: یہ روایت آگے پارہ۔۱۱، کتاب الصلوٰۃ، باب۔۵۳۵، حدیث۔۳۵۷، جلد۔۱ میں اور حدیث۔۷۸۵ میں بھی ہے)

فہرست مضامین

نتیجہ : ''صحیح بخاری'' جیسی کتاب میں اس قسم کی روایت اللہ کا انتظام ہے اور ہر پڑھنے والے کے لئے کھلا ہوا پیغام ہے کہ جس کو بھی رسولؐ جیسی نماز پڑھنا ہو وہ دوسروں کا دامن چھوڑ کر مولا علیؑ کے نقشِ قدم کی پیروی کرے۔ اس سے پہلے ہم وہ روایت بھی دکھا چکے ہیں جس میں ایک صحابی نے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ رسولؐ کے بعد نماز بدل دی گئی تھی اُس روایت اور اِس روایت کو ملا کر پڑھئے تو آپ خود نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ رسولؐ کی نماز بدلنے والے کون ہیں اور رسول جیسی نماز پڑھانے والا کون ہے۔

(25): ''قنوت اور لعنت پڑھنا مطابق سیرت ہے۔''

﴿جلد 1، کتاب الاذان، باب 517، حدیث 758، صفحہ 346﴾

''ابو سلمہ روایت کرتے ہیں، ابو ہریرہ نے فرمایا میں تمہاری نماز رسولؐ کی نماز کے قریب کردوں گا، چنانچہ ابو ہریرہ نمازِ ظہر اور عصر اور عشا کی آخری رکعتوں میں 'سمع اللہ لمن حمدہ' کہنے کے بعد قنوت پڑھتے تھے مسلمانوں کے حق میں دعائے خیر اور کفار پر لعنت کرتے تھے۔''

نتیجہ : ہمارے لئے ''صحیح بخاری'' نہ کبھی صحیح تھی نہ کبھی صحیح ہوگی مگر اس کو صحیح ماننے والوں کے لئے اس روایت کو پڑھنے کے بعد شیعوں پر یہ اعتراض نہیں کرنا چاہئے کہ شیعہ لعنت کیوں بھیجتے ہیں، اس روایت سے ثابت ہے کہ ابو ہریرہ نماز میں قنوت میں لعنت پڑھ کر یہ ثابت کررہے ہیں کہ رسولِ اکرمؐ نماز میں قنوت بھی پڑھتے تھے اور اس میں کفار پر لعنت بھی پڑھتے تھے، یعنی اب اگر قنوت میں قاتلانِ حسینؑ یا دشمنانِ اہل بیت پر لعنت

پڑھی جائے تو یہ مطابقِ سیرتِ رسول ہے۔ عہدِ رسولؐ میں قنوت پڑھتے کا ایک اور ثبوت آگے حدیث نمبر ۷۵۹ پر بھی موجود ہے۔

(26): ''مٹی پر سجدہ جائز ہے''۔

﴿جلد 1، کتاب الصلوٰۃ، باب 541، حدیث 794، صفحہ 360﴾

''یحییٰ، ابو سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو سعید خدری سے پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے رسولؐ اللہ کو پانی اور مٹی میں سجدہ کرتے دیکھا حتیٰ کہ مٹی کا داغ پیشانی پر نظر آیا۔''

نتیجہ : یہ روایت ان منکرین خاکِ کربلا کے رخساروں پر تمانچہ ہے جو ہم سے پوچھتے ہیں کہ آپ کربلا کی مٹی کی بنی سجدہ گاہ پر سجدہ کیوں کرتے ہیں۔

(27): ''رسولؐ نے قبر پر نماز پڑھی''۔

﴿جلد 1، کتاب الصلوٰۃ، باب 551، حدیث 812، صفحہ 366﴾

''شعبی روایت کرتے ہیں، مجھ سے اس شخص نے کہا جو رسولؐ اللہ کے ساتھ ایک الگ تھلگ قبر پر گیا تھا آپ نے لوگوں کی امامت کی اور لوگوں نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی اور نماز پڑھی، سلیمان کہتے ہیں میں نے کہا ابو عمر تمہیں یہ کس نے بتایا کہا ابن عباس نے۔''

نتیجہ : اربابِ فکر غور کریں کہ اسی صحیح بخاری میں کئی روایات ہیں جس میں رسولؐ

نے قبروں پر نماز پڑھنے کی ممانعت کی ہے اور انہیں روایتوں کو بنیاد بنا کر وہابی، آئمہ معصومین کے روضوں پر نماز پڑھنے کو شرک سے تعبیر کرتے ہیں مگر اِس کو کیا کیجئے گا کہ اس روایت کے ذریعہ قبر پر نماز پڑھنا بھی جائز ہو رہا ہے۔

(28): ''تیسرے خلیفہ نے اذان میں اضافہ کردیا۔''

﴿جلد۔1، کتاب الجمعه، باب ۔579، حدیث ۔867، صفحه ۔381﴾

''زہری روایت کرتے ہیں میں نے یزید بن سائب کو کہتے ہوئے سنا کہ جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا، رسولؐ اللہ، ابوبکر اور عمر کے زمانے تک اسی طرح ہوا جب خلافتِ عثمان شروع ہوئی تو لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو عثمان نے جمعہ کے دن تیسری اذان زوراء پر دینے کا حکم دیا اور پھر یہ سلسلہ چلتا رہا۔''

نتیجہ : ''صحیح بخاری'' کی اس سلسلے کی یہ واحد روایت نہیں ہے بلکہ اسی کتاب الجمعہ میں یہ روایت حدیث نمبر۔۸۶۳، ۸۶۴ پر بھی موجود ہے بہر حال نتیجہ ایک دم واضح ہے کہ ہم کو بدعت کا فتویٰ دینے والے اور ہم پر کلمہ بڑھا لینے کا الزام لگانے والے، اپنے تیسرے خلیفہ کو کیا کہیں گے جنہوں نے ایک اذان کا اضافہ کرلیا اور وہ اذان جو نہ رسولؐ کے دور میں ہوئی نہ ابوبکر اور عمر کے دور میں ہوئی، اس روایت سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ تیسرے خلیفہ نہ سیرتِ رسول کے مطابق تھے نہ سیرتِ شیخین کے مطابق تھے۔

(29): ''معاذ اللہ رسولؐ کی موجودگی میں عائشہ کا گانا سننا۔''

﴿جلد۔1، کتاب العیدین، باب ۔603، حدیث ۔900، صفحه ۔393﴾

''عائشہ روایت کرتی ہیں کہ میرے پاس رسولؐ اللہ تشریف لائے اور میرے یہاں دو لڑکیاں جنگ بعاث کے متعلق گیت الاپ رہیں تھیں آپ بستر پر لیٹ گئے اور اپنا منہ پھیر لیا ابوبکر آئے تو مجھے ڈانٹا اور فرمایا 'یہ شیطانی ساز اور پھر رسولؐ اللہ کی موجودگی میں'، آپ نے فرمایا جانے دو، جب ابوبکر دوسری جانب متوجہ ہوئے تو میں نے ان دونوں لونڈیوں کو چلے جانے کا اشارہ کیا (وہ چلی گئیں) عید کے دن حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے کھلتے تھے یا تو میں نے رسولؐ اللہ سے کہا یا پھر آپؐ نے فرمایا کیا تماشہ دیکھنے کا ارادہ ہے؟ میں بولی ہاں! تو آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کرلیا، میرا رخسار آپؐ کے دوش پر تھا، آپؐ نے فرمایا اے بنی ازفدہ تماشہ دکھاؤ، یہاں تک کے جب دل بھر گیا تو آپؐ نے فرمایا، بس میں نے کہا جی ہاں، فرمایا تو چلی جاؤ۔''

نتیجہ : ملاحظہ فرمائیے!، (۱)۔عائشہ کے گھر میں گانے چل رہے ہیں۔(۲)۔ معاذ اللہ وہ رسولؐ جس پر روکنا فرض ہے وہ چپ ہے۔(۳)۔ابوبکر کہہ رہے ہیں کہ رسولؐ کی موجودگی میں شیطانی ساز۔(۴)۔اس پر رسولؐ کہہ رہے ہیں جانے دو، غور کیا آپ نے ابوبکر کا قول ثبوت ہے کہ عائشہ کے گھر میں شیطانی ساز ہو رہا ہے، مگر رسولؐ اللہ منع کرنے کے بجائے، منع کرنے والے کو روک رہے ہیں۔ کیا نتیجہ نکالا جائے جب رسولؐ کی موجودگی میں عائشہ شیطانی ساز سننے سے بعض نہ آئیں تو انکے بعد شیطانی

کاموں سے کیا بغض آسکتی تھیں؟ خیر، اسی روایت میں دوسرا واقعہ عید کا ہے کہ معاذ اللہ اللہ
کا رسولؐ اپنی زوجہ کو تماشہ دکھا رہا ہے۔ ''میرا رخسار نبیؐ کے دوش پر تھا'' عائشہ کا یہ جملہ عجیب
ہے اس کا مطلب تو یہی ہے کہ تماشہ اکہرا نہیں تھا دہرا تھا، ایک طرف تماشہ دکھانے والے
تماشہ دکھا رہے تھے دوسری طرف خود عائشہ نبیؐ کے دوش پر اپنا رخسار رکھ کر تماشہ دکھانے
والوں کو تماشہ دکھا رہیں تھیں۔

(30): ''بعدِ رسول سنتِ رسولؐ بدل دی گئی۔''

﴿جلد1، کتاب العیدین، باب 607، حدیث 906، صفحہ 395﴾

''ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں رسول اللہؐ عید الفطر اور عید الضحیٰ کے دن عید
گاہ تشریف لے جاتے اور سب سے پہلا کام یہ ہوتا کہ نماز پڑھتے اور نماز کے بعد لوگوں
کے سامنے کھڑے ہوتے لوگ اپنی صفوں پر بیٹھے رہتے آپؐ انہیں نصیحت کرتے، اچھے
کاموں کا حکم دیتے اگر کوئی لشکر بھیجنا مقصود ہوتا تو اسے الگ کر لیتے اور جو احکام جاری
کرنے ہوتے پھر واپس تشریف لاتے۔ ابو سعید کہتے ہیں لوگ ہمیشہ اسی طریقہ پر کاربند
رہے حتیٰ کہ میں مدینے کے گورنر مروان کے ساتھ بقر عید یا عید الفطر میں نکلا جب ہم لوگ
وہاں پہنچے تو منبر رکھا تھا جو کثیر بن صلت نے بنایا تھا، مروان نے نماز سے پہلے منبر پر جانے
کا ارادہ کیا تو میں نے اس کا کپڑا پکڑ کر کھینچا اور اس نے مجھے کھینچا اور منبر پر چلا گیا اور نماز
سے پہلے خطبہ پڑھا میں نے اس سے کہا واللہ تم نے سنتِ نبوی کو بدل ڈالا، مروان بولا وہ
گزر گیا جو تم جانتے ہو، میں نے کہا بخدا وہ چیز بدرجہا بہتر ہے جو میں جانتا ہوں اس سے

کہ جسے نہیں جانتا مروان نے کہا، نماز کے بعد لوگ میری بات سننے کو آمادہ نہیں ہوتے اس
لئے میں نے نماز سے پہلے خطبہ دیا۔''

نتیجہ: بڑی واضح سی روایت ہے اور کھلا ہوا ثبوت ہے کہ رسولؐ کے بعد سنتِ
رسولؐ کو کس طرح بدلا جا رہا تھا اور بدلنے والا کیسی جرأت سے کہہ رہا تھا کہ وہ گزر گیا، مگر
واہ رے اصحاب! ایسے شخص کو بھی گورنر مانا گیا اور اس کے پیچھے نماز پڑھی گئی۔

(31): ''جناب ابو طالبؑ کے شعر کی برکت۔''

﴿جلد1، ابواب الاستسقاء، باب 637، حدیث 952، صفحہ 409﴾

''عبداللہ ابن دینار روایت کرتے ہیں، میں نے ابن عمر کو ابو طالب کا یہ شعر
پڑھتے سنا۔

وابيض يستسقى الغمام بوجهه : ثمال اليتمى عصمة للاوامل

(گوری رنگت کے ان کے چہرے کے صدقہ میں بارش کی دعا کی جاتی ہے وہ یتیموں کے
حامی اور بیواؤں کے آسرا ہیں)۔ عمر ابن حمزہ کہتے ہیں مجھ سے سالم نے اپنے والد ابن عمر
کے حوالے سے بتایا کبھی میں یہ شعر ذہن میں لاتا اور کبھی رسول اللہؐ کے چہرۂ انور کو تکتا
کہ آپ پانی کی دعا کرتے اور آپ منبر سے اتر بھی نہ پاتے تھے کہ ندی نالے پھوٹ نکلتے
، یہ شعر ابو طالبؑ کا ہے۔''

نتیجہ: اس کو اللہ کے انتظام کے علاوہ کیا کہا جائے کہ امام بخاری جیسا متعصب
محدث اور ''صحیح بخاری'' جیسی غلط کتاب اور اس میں جناب ابو طالب علیہ السلام کے اس

شعر کا ذکر جس میں آپ نے حضرت رسولِ خدا کے چہرے کو پانی برسنے کا وسیلہ بتایا ہے اور پھر عبداللہ ابن عمر کا اسی شعر کو ذہن میں رکھ کر پیغمبر کو دیکھنا یہ ساری باتیں عظمتِ رسولؐ کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی اعلان کر رہی ہیں کہ حضرتِ ابوطالب علیہ السلام کس درجہ معرفتِ رسولؐ سے سرشار تھے مگر لعنت ہو ان بدعقلوں پر جو حضرتِ ابوطالبؑ کی کہی ہوئی ان نعتوں کو پڑھنے کے بعد ان کو کافر بھی کہتے ہیں اور نعتِ رسولؐ پڑھ کر جنابِ ابوطالبؑ کی پیروی بھی کرتے ہیں۔

(32): ''منکرینِ وسیلہ، عمر ابن خطاب کو کیا کہیں گے۔''

﴿جلد۔1، ابواب الاستسقاء، باب۔637، حدیث۔953، صفحہ۔409﴾

''انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ جب لوگ قحط کا شکار ہوتے تو عمر ابن خطاب، عباس ابن عبدالمطلبؓ کے توسل (وسیلہ) سے دعا کرتے اور کہتے ''اے اللہ ہم تیرے پاس رسولؐ کو وسیلہ کے طور پر پیش کرتے تھے تو، تو ہمیں سیراب کر دیتا تھا، اب ہم تیرے رسولؐ کے چچا کا وسیلہ لے کر آئیں ہیں ہمیں سیراب فرما دے، راوی کا بیان ہے کہ پانی برس پڑتا۔''

نتیجہ : اس روایت کے بعد ان لوگوں پر حیرت ہے جو صحیح بخاری کو کلامِ باری کے بعد سب سے زیادہ معتبر بھی مانتے ہیں اور وسیلہ کو شرک بھی مانتے ہیں۔ اگر وسیلہ بنانا شرک ہے تو اس روایت کی روشنی میں عمر بن خطاب کو مشرک کیوں نہیں کہا جاتا، عجیب تماشہ ہے ایک طرف وسیلہ بنانا شرک ہے دوسری طرف عمر مشرک ہونے کے بجائے خلیفہ ہیں یہ

دوغلی پالیسی کیوں ہے۔ تو اس کا صرف ایک ہی سبب ہے کہ جب بھی وسیلہ بنایا گیا تو یا تو رسول کو یا کسی رسولؐ کے گھر والے کو۔ اس روایت میں رسولؐ کے چچا کو وسیلہ بنایا گیا، وسیلہ شاید اسی لئے شرک قرار دیا گیا کہ کہیں لوگ وسیلہ کی تلاش میں اہل بیت تک نہ پہنچ جائیں، کیوں کہ ساری روایتوں میں رسولؐ یا ان کے گھر والے تو وسیلہ بنائے گئے ہیں مگر پوری بخاری میں کہیں پر ابوبکر، عمر، عثمان یا عائشہ، حفصہ کو کسی نے وسیلہ نہیں بنایا۔

(33): ''شیطان کا گروہ۔''

﴿جلد۔1، ابواب الاستسقاء، باب۔660، حدیث۔976، صفحہ۔418﴾

''نافع، ابن عمر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا اے اللہ ہمارے شام اور یمن میں برکت فرما، لوگوں نے کہا اور نجد میں، تو انہوں نے کہا اے اللہ ہمارے شام اور یمن میں برکت نازل فرما، لوگوں نے کہا اور ہمارے نجد میں بھی، تو فرمایا وہاں زلزلہ اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا گروہ بھی نکلے گا۔''

نتیجہ : اس واضح روایت کے بعد وہابیوں کی اصل صورت پہچاننا کسی بھی ایسے شخص کے لئے دشوار نہیں ہے۔ جس کے پاس آنکھیں اور عقل موجود ہے۔ اب جس کا جی چاہے وہابیوں کا ساتھ دیکر شیطان کے گروہ کا ساتھی بن جائے۔

(34): ''عثمان نے خلافِ سیرتِ رسولؐ نماز پڑھی۔''

﴿جلد۔1، باب تقصیر الصلوٰۃ، باب۔695، حدیث۔1019، صفحہ۔433﴾

''عبداللہ ابن یزید سے روایت ہے کہ ہمیں عثمان بن عفان نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی، اس کے متعلق جب عبداللہ ابن مسعود کو بتایا گیا تو کہا ''ان للّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن'' پھر فرمایا میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں اور ابوبکر وعمر کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں، کاش ان چار رکعتوں میں سے دو مقبول رکعتیں ہمارے حصہ میں آتیں۔''

نتیجہ: اس باب میں حدیث نمبر۔۱۰۱۷، ۱۰۱۸ سے بھی یہ ثابت ہے کہ پیغمبر اسلامؐ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے مگر عثمان نے دو کی چار کر دیں۔ اب اہل فکر اندازہ لگائیں کہ شیعوں کو کافر اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اذان میں 'عَلِی وَّلِی اللّٰہ' بڑھالیا ہے۔ اگر شیعہ اذان میں جملہ بڑھانے کی وجہ سے کافر ہیں تو عثمان نے دو کی چار رکعتیں کر دیں اور خلافِ سیرتِ رسولؐ عمل کیا، مفتی ان کو کیا فتویٰ دیں گے؟

(35): ''رسولؐ سفر میں نماز قصر کر کے پڑھتے تھے۔''

﴿جلد۔1، ابواب تقصیر الصلوٰۃ، باب۔498، حدیث۔1064، صفحہ۔435﴾

''انس بن مالک روایت کرتے ہیں، میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی چار اور ذی الحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں پڑھیں۔''

نتیجہ: افسوس 'بخاری شریف' کی اس واضح روایت کے بعد بھی جو لوگ شیعوں کی حالتِ

سفر میں قصر نمازوں پر اعتراض کرتے ہیں، یقیناً نہ وہ قرآن سے واقف ہیں اور نہ ہی صحیح بخاری سے۔

(36): ''علمِ صحابہ''

﴿جلد۔1، ابواب السّہو، باب۔774، حدیث۔1144، صفحہ۔474﴾

''ابوہریرہ روایت کرتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں ابوہریرہ زیادہ روایت کرتا ہے (کیا کروں) میں ایک شخص سے ملا اور اس سے پوچھا رسول اللہؐ نے گزشتہ شب عشا کی نماز میں کون سی سورت پڑھی تھی، بولا مجھے معلوم نہیں میں نے کہا تم نماز میں موجود نہیں تھے کہا ہاں! تو میں نے کہا مجھے یاد ہے کہ فلاں سورت پڑھی تھی (اسی وجہ اور یادداشت کے باعث زیادہ روایت کرتا ہوں)۔''

نتیجہ: ظاہراً ابوہریرہ اپنی زیادہ روایتیں کرنے کی تاویل پیش کر رہا ہے مگر ایک بات ایک بات اور ثابت ہو رہی ہے کہ رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھنے والے صحابہ جب ایک رات پہلے کی نماز کی سورت بھول جاتے تھے تو رسولؐ کی وفات کے بعد جانے کیا کیا بھول گئے ہوں گے؟ دوسرے ابوہریرہ کا اپنی صفائی پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ لوگ اس پر اس دور میں بھی شک کرتے تھے اور ظاہر سی بات ہے وہ شک کرنے والے بھی صحابہ ہی تھے۔

(37): ''شہید پر رونا جائز ہے۔''

﴿جلد۔1 ، کتاب الجنائز، باب ۔786، حدیث ۔1144، صفحہ ۔482﴾

''جابر ابن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ جب میرے والد شہید کر دئے گئے تو میں رونے لگا اور ان کے چہرے سے کپڑا اٹھایا، لوگوں نے مجھے روکا لیکن رسولؐ اللہ نے منع نہیں فرمایا، میری پھوپھی فاطمہ بھی رونے لگیں، رسولؐ اللہ نے فرمایا تم روؤ یا نہ روؤ فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایہ فگن ہیں جب تم نے اسے اُٹھایا۔''

نتیجہ: امامِ حسینؑ پر رونے کو بدعت بتانے والے زرا اس روایت کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ کچھ لوگ جابر کو رونے سے روک رہے تھے مگر رسولؐ نے نہیں روکا، نہ روکنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تم جس پر رو رہے ہو، فرشتے اس پر اپنے پروں سے سایہ کئے ہوئے ہیں۔ اب وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ رونے سے میّت پر عذاب ہوتا ہے زرا اپنے آپ پر غور کریں اور ایسے عقائد رکھنے کے بعد فیصلہ کریں کہ وہ رسولؐ کی سیرت سے کتنا دور ہیں۔

(38): ''عمر کی رائے سے نزولِ آیت۔''

﴿جلد۔1 ، کتاب الجنائز، باب ۔805، حدیث ۔1189، صفحہ ۔489﴾

''ابن عمر روایت کرتا ہے کہ عبداللہ بن اُبّی (رئیس المنافقین) مرا تو اس کا بیٹا رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا یا رسولؐ اللہ ہمیں اپنا کرتا عطا فرما دیجئے کہ ہم اس سے اس کا کفن بنائیں اور ان پر نماز پڑھیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت کریں،

رسولؐ اللہ نے انہیں اپنا کرتا دے دیا اور فرمایا مجھے اطلاع کرنا میں نماز پڑھا دوں گا، جب آپ نے نماز کا ارادہ کیا تو عمر نے آپ کو کھینچا اور کہا کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے منافقین پر نماز پڑھنے سے نہیں روکا، فرمایا مجھے دونوں باتوں کا اختیار دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے 'تم ان کے لئے بخشش چاہو یا نہ چاہو، اگر تم ستر مرتبہ بھی ان کے لئے مغفرت مانگو تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہیں فرمائے گا۔'' جب آپ نے اس پر نماز پڑھی تو یہ آیت اتری ''ان میں سے کسی پر نماز نہ پڑھنا جب وہ مریں۔''

نتیجہ : اہل فکر کے لئے اس روایت میں گوشے ہی گوشے ہیں۔ زرا غور کیجئے کہ معاذ اللہ کا نبیؐ نماز پڑھانا چاہ رہا ہے اور عمر ان کو روک رہے ہیں۔ صرف روک ہی نہیں رہے بلکہ انہیں سکھا رہے ہیں کہ اللہ نے آپ کو منع کیا ہے مگر اس پر بھی نبیؐ نماز پڑھانا چاہ رہے ہیں۔ (معاذ اللہ ان کو منافقین سے کتنی محبت ہے۔) اسی وقت آیت اترتی ہے اور نبیؐ کو منافق کی نماز پڑھانے سے رکنے کا حکم دیا جاتا ہے یعنی جو عمر چاہتے تھے وہی اللہ نے چاہا۔ عمر کی بات ذلیعہ نہ ہو چاہے معاذ اللہ رسولؐ کی رسالت پر حرف آجائے، (استغفر اللہ!)۔

(39): ''رسولؐ روئے بھی اور نوحہ بھی پڑھا۔''

﴿جلد۔1 ، کتاب الجنائز، باب ۔826، حدیث ۔1219، صفحہ ۔499﴾

''انس بن مالک روایت کرتے ہیں ہم رسولؐ اللہ کے ہمراہ ابو یوسف لوہار کے گھر گئے جو جناب ابراھیم (فرزند رسولؐ) کی انّا کا شوہر تھا رسولؐ اللہ نے ابراھیمؑ کو لیکر پیار کیا انہیں سونگھا بعد از آں ابو یوسف لوہار کے پاس گئے اور ابراھیم دم توڑ رہے تھے،

رسولؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، عبدالرحمٰن ابن عوف بولے، اللہ کے رسول آپ
اور رو رہے ہیں، فرمایا اے عوف کے بیٹے یہ تو رحمت وشفقت ہے، پھر آئے تو رسولؐ نے
فرمایا آنکھ اشکبار اور دل غمزدہ ہے مگر زبان سے وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی
ہے اور اے ابراہیم! تمہارے حجر میں ہم غمگین ہیں۔"

نتیجہ : مفتیانِ بدعت اس روایت کو پڑھنے کے بعد یا تو وہ قلم توڑ دیں جس سے
امامِ حسینؑ پر رونے کو بدعت لکھا ہے، یا اپنی آنکھیں پھوڑ لیں جس سے یہ روایت دیکھی
ہے، اور یا اس صحیح بخاری کو غلط کہہ دیں، یا امامِ حسینؑ کی بارگاہ میں معافی مانگیں ورنہ حشر
میں عذابِ جہنم ان کا منتظر ہے کیوں کہ اس روایت میں صرف یہی نہیں ہے کہ پیغمبرؐ اپنے
فرزند پر رو رہے ہیں بلکہ ابن عوف کے ٹوکنے پر گریہ کو رحمت اور شفقت کہہ رہے ہیں۔
سبحان اللہ! رسولؐ رونے کو رحمت کہیں اور مفتی رونے کو بدعت کہیں، مسلمان فیصلہ کریں وہ
رسولؐ کی پیروی کریں گے یا مفتیوں کی۔ روایت میں آگے پیغمبرؐ فرما رہے ہیں کہ آنکھ
اشکبار ہے دل غمگین ہے، اس کے بعد کہہ رہے ہیں 'زبان سے وہی کہیں گے جس سے
رب راضی ہے' اب ذرا غور سے پڑھئے آنسو بہانے کے بعد زبان سے کیا فرماتے ہیں،
"اے ابراہیم تمہارے حجر میں ہم غمگین ہیں"، یعنی اپنے فرزند کو پکار کر غم کا مظاہرہ کیا۔ اسی
کو تو نوحہ کہا جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا "اے ابراہیم ہم تمہارے حجر میں غمگین ہیں، اور
شیعہ کہتے ہیں کہ اے حسینؑ ہم آپ کے سوگ میں غمگین ہیں۔ یعنی جو نبیؐ نے کہا رب اس
کے کہنے پر بھی راضی اور جو شیعہ کہتے ہیں اس پر بھی راضی۔

(40): "میّت کو بولنے کا اختیار ہے۔"

﴿جلد۔1، کتاب الجنائز، باب۔835، حدیث۔1231، صفحہ۔503﴾

"ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں، رسولؐ اللہ نے فرمایا جب جنازہ تیار ہو جاتا
ہے اور لوگ اسے اپنے کاندھوں پر اُٹھاتے ہیں اگر وہ اچھا ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے جلدی
لے چلو، اگر وہ برا ہوتا ہے تو اپنے ورثا سے کہتا ہے، ہائے مجھے تم کہاں لئے جا رہے ہو؟
اس کی آواز کو بجز انسانوں کے ہر کوئی سنتا ہے، اگر انسان اسے سن لیں تو بے ہوش ہو
جائیں۔"

نتیجہ : اس روایت کے پڑھنے کے بعد وہ افراد کیا فیصلہ کریں گے جو شہیدوں کو
پکارنے پر خصوصاً یا علیؑ مدد پر، اور یا رسولؐ ادرکنی پر معترض ہیں۔ اس روایت سے ثابت
ہے جب عام میت کو بولنے کا اختیار ہے، اور مرنے کے بعد اسکی گویائی باقی ہے، تو وہ افراد
جنکے لئے اللہ نے قرآن میں یہ حکم دیا ہے کہ ہرگز ہرگز انکو "جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں
مردہ نہ سمجھنا بلکہ زندہ ہیں اور اپنے رب سے رزق پا رہے ہیں"، اگر وہ ہماری آواز سنیں تو
حیرت کی کیا بات ہے۔ اس کے آگے وہ روایتیں بھی ہیں جن میں عام میت میں صرف
بولنے کی ہی نہیں بلکہ سننے کی صلاحیت بھی موجود ہوتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے باب۔ ۸۰۵،
حدیث نمبر۔ ۱۲۵۱، اس روایت کو پڑھنے کے بعد فیصلہ کیجئے کہ جب عام انسان اللہ مرنے
کے بعد بولنے اور سننے کا اختیار دے سکتا ہے تو اگر رسولؐ اور اہل بیت رسولؐ اور شہداء
راہِ حق کو بولنے اور حاجتیں پوری کرنے کا اختیار ہے تو حیرت کیا ہے۔

(41): ''زندوں کو پکارنے کی دلیل۔''

﴿جلد۔1 ، کتاب الجنائز، باب ۔869، حدیث ۔1279، صفحه ۔521﴾

''ابن عمر روایت کرتے ہیں رسولؐ نے اس کوئیں میں جھانکا جہاں مقتولینِ بدر پڑے تھے، فرمایا کیا تم نے خدا کا وعدہ سچا پایا، آپ سے کہا گیا، کیا آپ مردوں کو پکارتے ہیں، فرمایا تم ان سے زیادہ نہیں سنتے (البتہ) وہ جواب نہیں دے سکتے۔''

نتیجہ : اس روایت کے آئینہ میں بالکل صاف منظر ہے کہ نبیؐ مقتولینِ بدر کو پکار رہے ہیں اللہ کا معصوم نبیؐ فعل عبث نہیں کرتا ہے۔ نبیؐ کا پکارنا اس بات کی دلیل ہے کہ جب مقتولینِ بدر کے ساتھ سننے کی صلاحیت ہے تو وہ افراد جنکو قرآن شہادت کے بعد زندہ کہہ رہا ہے وہ کیوں نہیں سن سکتے۔ اور جب نبیؐ مردوں کو پکار کر گفتگو کر سکتے ہیں تو اگر ہم یا علیؑ مدد کہہ کر یا نبی مدد کہہ کر پکاریں تو اعتراض کیوں ہے۔

(42): ''پہلوئے رسولؐ میں دفن ہونا سبب امان نہیں۔''

﴿جلد۔۱ ، کتاب الجنائز، باب ۔۸۷۹، حدیث ۔۱۳۰۲، صفحه ۔۵۲۸﴾

''ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جب ولید بن عبدالملک کے زمانے میں (حجرۂ عائشہ) کی دیوار گری تو لوگ اسے بنانے لگے، ایک پاؤں نظر آیا لوگ ڈر گئے اور سمجھے کہ رسولؐ کا قدم مبارک ہے، کوئی ایسا شخص نہ ملا جو اسے پہچان سکتا حتیٰ کہ ان لوگوں سے عروہ نے کہا، بخدا یہ رسولؐ اللہ کا نہیں بلکہ عمر کا پاؤں ہے، ہشام اپنے والد کے حوالے سے عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ ابن زبیر کو وصیت کی،

مجھے ان (رسولؐ) کے ساتھ دفن نہ کرنا بلکہ مجھے سوکنوں کے ساتھ بقیع میں دفن کرو میں آپ کے ساتھ دفن ہونے کے باعث پاک نہیں ہو جاؤں گی۔''

نتیجہ : صاحبانِ عقل کے لئے اور خاص کر معتقدین 'صحیح بخاری' کے لئے یہ روایت کافی ہے کہ خود عائشہ کہہ رہیں ہیں کہ میں نبیؐ کے پہلو میں، نبیؐ کے ساتھ دفن ہونے سے پاک نہیں ہو جاؤں گی۔ اب فیصلہ کیا جائے جب نبیؐ کی زوجہ نبیؐ کے پہلو میں دفن ہونے سے پاک نہیں ہو سکتی تو نبی کے صحابی انکے پہلو میں دفن ہونے سے کیسے محترم ہو جائیں گے۔ دوسرے عائشہ کے اس قول کے کیا مطلب نکالے جائیں؟ یا تو نبیؐ کے پہلو میں دفن ہونا سببِ طہارت نہیں بنتا یا تو خود عائشہ کو اپنی نجاستوں کی زیادتی کا اچھی طرح علم تھا۔

(43): ''عمر حکمِ رسولؐ کو غیر ضروری سمجھتے تھے''۔

﴿جلد۔1 ، کتاب المناسك، باب ۔1017، حدیث 1504، صفحه ۔597﴾

''زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، عمر ابن خطاب نے حجر اسود سے مخاطب ہو کر کہا 'تو ایک پتھر ہے نہ نقصان تیرے ہاتھ میں ہے اور نہ نفع، اگر میں نے رسولؐ اللہ کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز بوسہ نہ دیتا، پھر بوسہ دیکر کہا ہمیں رمل کی کیا ضرورت تھی، ہمنے وہ تو مشرکوں کو دکھانے کے لئے کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا پھر فرمایا یہ ایسی چیز ہے جسے رسولؐ اللہ نے کیا ہم اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔''

نتیجہ : اہلِ فکر اس روایت کے آگے کی روایات بھی دیکھیں، اور فیصلہ کریں کہ عمر ابن خطاب کا عقیدہ کیا تھا۔ حجر اسود کو ایک پتھر سمجھ کر بوسہ دے رہے ہیں اور اسے پتھر کہہ

بھی رہے ہیں جسے معتبر روایت کے ذریعہ اللہ کے رسولؐ نے لوگوں کے اعمال کا گواہ قرار دیا ہوا سے پتھر سمجھ کر چومنا سنگپرستی کے سوا کیا ہے؟ دوسرے اس روایت میں حجر اسود کے بوسہ کے بعد رمل (یعنی دوڑ کر چلنے کو) یہ کہنا کہ اس کی کیا ضرورت ہے یہ تو مشرکین کو دکھانے کے لئے کیا گیا، مزید عقیدۂ عمری کو واضح کرتا ہے کہ حکم خدا اور رسول کو بے ضرورت سمجھنا اور کہنا بتاتا ہے کہ وہ شک جو انہوں نے حدیبیہ میں رسولؐ پر کیا تھا وہ مٹا نہیں ہے باقی ہے بلکہ اور بڑھ چکا ہے۔

(44): ''نسبت کا احترام''۔

﴿جلد۔1 ، کتاب المناسك، باب 1018، حديث 1506، صفحه 597۔﴾

''ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں، رسولؐ اللہ نے حجۃ الوداع میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کیا اور لاٹھی کے ذریعہ حجر اسود کو بوسہ دیا۔''

نتیجہ: وہ افراد جو ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم علم، تعزیہ، تابوت، اور روضوں کی جالیوں کو کیوں چومتے ہیں، اس روایت کو غور سے پڑھیں اور سمجھیں کہ حضور اونٹ پر سوار ہیں آپ کے ہاتھ حجر اسود تک نہیں پہنچ سکے تو آپ نے اپنے عصاء کو سنگ اسود سے مس کر کے بوسہ دیا یعنی اگر اصل تک رسائی نہ ہو تو کوئی ذریعہ بنا کر احترام ہو سکتا ہے۔ جو راز نبیؐ کے اس فعل میں تھا وہی راز ہم شیعوں کے اِن افعال میں ہے۔ چونکہ ہم اصل روضوں تک نہیں پہنچ سکتے لہٰذا ہم علم تعزیوں کو ذریعہ بنا کر احترام کر کے قرآن کے اس حکم پر عمل کرتے ہیں جس میں اللہ کی نشانیوں کا احترام تقوے کی پہچان ہے۔

(45): ''جبرئیل اور بائی پاس سرجری''۔

﴿جلد۔١ ، کتاب المناسك، باب ۔١٠٦٣، صفحه ۔٦٠٤﴾

'جو کچھ آبِ زم زم کے متعلق وارد ہوا ہے'' ''عبدان نے عبداللہ، یونس، زہری اور انس بن مالک کے توسط سے روایت کی ہے کہ ابوذر بیان کرتے ہیں، رسولؐ اللہ نے فرمایا میں مکہ میں تھا میری چھت کھول دی گئی، جبرئیلؑ اترے اور انھوں نے میرے سینہ کو چاک کر کے زم زم کے پانی سے دھویا پھر ایک حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا سونے کا تشت لیکر آ ے اور اسے میرے سینے میں انڈیل دیا پھر سینہ سی دیا گیا میرا ہاتھ پکڑ کر آسمانِ دنیا پر لے گئے جبرئیل نے آسمانِ دنیا کے داروغ سے کہا (دروازہ) کھولو، اس نے پوچھا کون؟ کہا جبرئیلؑ۔

نتیجہ: کیا مضحکہ خیز روایت ہے، جبرئیل نہ ہو گئے معاذ اللہ سیندھ مار ہو گئے جو گھر کی چھت کھول کر اتر رہے ہیں۔ پھر وہی سرجن (surgion) بن گئے، ایمان سے بھرا تشت نبی کا سینہ چاک کر کے آبِ زم زم سے دھو کر سینے کے اندر انڈیل رہے ہیں سینے میں ایمان بھرا جا رہا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ نبی بھی آج مومن بنائے جا رہے ہیں۔ (استغفر اللہ)

اور تماشہ یہ ہے کہ اس روایت کے راویوں میں حضرت ابوذر کا نام شامل کیا گیا، حالانکہ کہاں حضرت ابوذر اور کہاں یہ خرافات۔

(46): ''قرآن اوراحکامِ رسولؐ کی کتاب مولاعلیؑ کے پاس تھی۔''

﴿جلد 1، ابواب العمرہ، باب 1171، حدیث 1743، صفحہ 675﴾

''مولاعلیؑ روایت کرتے ہیں کہ، میرے پاس اللہ کی کتاب اور رسول اللہؐ کا صحیفہ ہے کہ مدینہ حائر سے لیکر فلاں فلاں مقام تک حرم ہے جو شخص یہاں نئی باتیں نکالے یا کسی مبتدع (بدعتی) کو پناہ دے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور جملہ انسانوں کی لعنت ہے، نہ اس سے فرضی عبادت قبول کی جاتی ہے اور نہ نفلی، اور فرمایا مسلمانوں میں سے کسی ایک کا ذمہ (کافی) ہے جو شخص کسی مسلمان کا عہد توڑے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور جملہ انسانوں کی لعنت ہے، نہ اسکے فرائض قبول کیے جائیں گے نہ نوافل۔ جو شخص اپنے آقا کی اجازت کے بغیر کسی سے موالات کا عہد کرے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور جملہ انسانوں کی لعنت ہے ،اسکی نہ فرض عبادت قبول کی جائے گی نہ نفل عبادت۔''

نتیجہ: میں نے ابتدائے کتاب میں یہ بات تحریر کی تھی کہ جیسے اللہ نے فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰؑ کو محفوظ رکھا، ویسے ہی صحیح بخاری جیسی مبلّغ کزب ونفاق کتاب میں کہیں کہیں برحق محفوظ ہے اسی سلسلہ کی یہ روایت ہے جس کو پڑھنے کے بعد یہ بات پائے ثبوت تک پہنچتی ہے کہ لوگوں نے ''حسبنا کتاب اللہ'' کا دعوی اور سیرتِ رسولؐ پر چلنے کا دعوی تو کیا مگر نہ ان لوگوں کے پاس قرآن تھا نہ سیرت، وجہ تھی عداوتِ حضرت علیؑ! چونکہ یہ لوگ حضرت علیؑ سے دور ہوئے تو کتاب سے دور ہوئے اور سیرتِ رسولؐ سے بھی دور ہو گئے، کیونکہ قرآن بھی مولاعلیؑ کے پاس تھا اور وہ صحیفہ بھی جسمیں مکمل احکام رسولؐ تھے، وہ

بھی علیؑ کے پاس تھا۔ ایسا نہ ہوتا تو کوئی اور دعوے دار موجود ہوتا سوائے حضرت علیؑ کے کسی نے دعوی نہیں کیا کہ قرآن اور صحیفۂ رسولؐ اس کے پاس ہے۔ اب اس روایت کو پڑھنے کے بعد لوگ فیصلہ کریں کہ دامنِ علیؑ کو چھوڑنے والے کتنے نقصان میں ہے۔ دوسرے اس روایت میں حضرت علیؑ نے کھلم کھلا لعنتیں کر کے یہ بھی سمجھا دیا ہے کہ مدینہ میں بدعت کرنے والے عہد توڑنے والے بیعت کے قابل نہیں تھے بلکہ لعنت کے قابل تھے اور ہیں۔

(47): ''معاذ اللہ! جسے نامرد ھونا ہو، وہ روزہ رکھے۔''

﴿جلد 1، کتاب الصوم، باب 1193، حدیث 1778، صفحہ 685﴾

''علقمہ روایت کرتے ہیں، میں عبداللہ بن مسعود کے ساتھ جارہا تھا، انہوں نے بتلایا ہم رسول اللہؐ کے ہمراہ تھے آپؐ نے فرمایا جو حق المہر دے سکتا ہو وہ نکاح کرے کیونکہ یہ نگاہ نیچی کرتا ہے اور زنا سے بچاتا ہے اور جو اس پر قادر نہ ہو وہ روزہ رکھے کیوں کہ روزہ خصّی کردیتا ہے۔''

نتیجہ: اہل عقل ملاحظہ فرمائیں کہ کس معیار کی روایت ہے اور روزے کی کیا خوب فضیلت ہے؟ معتقدین بخاری اگر روزہ دار ہیں تو وہ اپنی اولاد کی ولدیت کے لئے کیا فرماتے ہیں؟

(48): ''عائشہ کی جرأت شرم وحیا۔''

﴿جلد 1، کتاب الصوم، باب 1207، حدیث 1799، صفحہ 691﴾

''عائشہ روایت کرتیں ہیں کہ رسولؐ اللہ اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیتے، جبکہ روزے کی حالت میں ہوتے پھر (لجا کر) ہنس دی۔''

نتیجہ: ذرا ملاحظہ کریں کہ رسولؐ کی زوجہ سے بوسہ و کنار کے متعلق پوچھنے والے بھی خوب تھے اور بتانے والی کا بتانا بھی خوب۔ حدیث رسولؐ ہے کہ حیا ایمان کا نصف حصہ ہے اس روایت کے مطابق اگر عائشہ کے دل میں کچھ ایمان موجود بھی تھا تو وہ بھی اس روایت کے ذریعہ خدا حافظ۔

(49): ''حالتِ سفر میں روزہ قصر ہونے کی دلیل۔''

﴿جلد 1، کتاب الصوم، باب 1218، حدیث 1815، صفحہ 697﴾

''جابر ابن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں، رسولؐ اللہ نے اثنائے سفر میں ایک ہجوم دیکھا اور ایک شخص پر نظر پڑی جس پر سایہ کیا گیا تھا، فرمایا کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا روزہ دار ہے، فرمایا سفر میں روزہ رکھنا کوئی اچھی بات نہیں۔''

نتیجہ: ایسی کئی روایات اس جلد اول میں موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ پیغمبرؐ اسلام نماز ظہر، عصر اور مغرب و عشا ملا کر پڑھتے تھے، سفر میں نماز قصر کر کے پڑھتے تھے اور سفر میں روزے کو بہتر نہیں جانتے تھے مگر دعوے دارانِ پیروے رسولؐ ان سب باتوں کی

مخالفت بھی کرتے ہیں اور رسولؐ کی پیروی کرنے والوں پر فتوے بھی جڑتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ وہ بخاری کو بھی صرف عداوتِ اہل بیتؑ میں سینے سے لگائے ہیں، معتبر اِس کو بھی نہیں سمجھتے۔

(50): ''تراویح بدعت ہے، اعترافِ عمر۔''

﴿جلد 1، کتاب الصیام، باب 1252، حدیث 1875، صفحہ 715﴾

''ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں، رسولؐ اللہ نے فرمایا جو شخص رمضان میں (رات کو) ایمان و یقین کے ساتھ قیام کرتا ہے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، ابن شہاب کہتے ہیں، رسولؐ اللہ دنیا سے رخصت ہو گئے تو حالت وہی رہی، ابوبکر کے دورِ خلافت اور عمر کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں بھی وہی حال رہا، عبدالرحمن کہتے ہیں، میں حضرت عمر کے ہمراہ رمضان کی ایک رات مسجد میں گیا تو لوگوں کو الگ الگ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، کہیں ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے تو کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ عمر نے کہا میرے خیال میں انہیں ایک ہی قاری پر متفق کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے ان سب کو ابی ابن کعب (کی اقتدا) پر جمع کر دیا پھر میں ان کے ساتھ دوسری رات گیا تو وہ قاری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، عمر بولے یہ اچھی بدعت ہے اور رات کا وہ حصہ جس میں لوگ سو جاتے ہیں اس سے بہتر ہے جس میں کھڑے ہوتے ہیں اور ابتدائی حصہ میں کھڑے ہوتے تھے۔''

نتیجہ: تراویح کے عشاق سمجھیں یہ سیرتِ رسولؐ ہے نہ سنّتِ ابوبکر۔ یہ بدعت ہے

جس کا اقرار عمر نے کیا، مگر اچھی بدعت کہہ کے بڑھاوا بھی دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے
ابواب عمرہ، حدیث۔۱۷۴۳ میں روایت موجود ہے جس میں رسولؐ نے مدینہ میں بدعت
کرنے والے پر اور بدعتی کو پناہ دینے والے پر لعنت کا ذکر کیا ہے عمر کا اقرار بتا رہا ہے کہ
انہوں نے بدعت کو روکا نہیں بلکہ بڑھایا۔ اور مدینہ میں بدعت کی اب دونوں حدیثیں
پڑھ کر فیصلہ کیجئے کہ ہندوستان میں بدعت کرنے والے کو تو مرکزِ ملامت بنایا جاتا ہے
مدینہ۔ کے بدعتی کو کیا کہا جائے گا؟

(51): "معاذ اللہ نبیؐ بھول گئے شبِ قدر کب ہے۔"

(جلد۔1، کتاب الاعتکاف، باب۔1255، حدیث۔1887، صفحہ۔719)

"عبادہ بن صامت روایت کرتے ہیں، رسولؐ اللہ باہر تشریف لائے تا کہ ہمیں
شبِ قدر کے بارے میں بتائیں، دو مسلمان آپس میں جھگڑنے لگے، آپ نے فرمایا میں
تمہیں شبِ قدر کے بارے میں بتانے آیا تھا لیکن فلاں فلاں آپس میں جھگڑ پڑے اس لئے
اس کا علم مجھ سے اُٹھا لیا گیا، شاید اس میں تمہاری بھلائی ہو، اس لئے اسے (آخری عشرے
کی) نویں، ساتویں اور پانچویں راتوں میں ڈھونڈو۔

نتیجہ : سبحان اللہ! بخاری صاحب! شبِ قدر کا مطلب ہے وہ رات جسمیں
قرآن نازل ہوا اور رسولؐ کا مطلب، ہے، جس پر نازل ہوا، جب مرکزِ نزولِ قرآن کا یہ عالم
ہے کہ نزولِ قرآن کی شب کا علم نہیں باقی رہتا تو باقیوں کے علم کا خدا ہی حافظ ہے۔ اہل
عقل غور کریں اس روایت کی رو سے معاذ اللہ کیا تصویرِ رسولؐ سامنے آتی ہے اور دوسرے

جھگڑا کوئی اور کر رہا ہے سزا معاذ اللہ نبیؐ کو دی جا رہی ہے کہ شبِ قدر کا علم واپس لے لیا
گیا۔ کیا بخاری صاحب یہ بھی بتائیں گے کہ وہ پیمانہ کیا ہے جس سے ہم معلوم کریں کہ نبیؐ
کی یہ کیفیت کب کب ہوتی تھی اور جب جب ہوئی ہوگی معاذ اللہ نبیؐ نہ جانے کیا کیا بتانا
بھول گئے ہوں گے۔

(52): "قولِ رسولؐ کے مطابق، عائشہ اور حفصہ کا ارادہ نیک نہیں۔"

(جلد۔1، کتاب البیوع، باب۔1274، حدیث۔1908، صفحہ۔726)

"عائشہ روایت کرتیں ہیں رسولؐ اللہ نے رمضان کے آخری عشرے میں
اعتکاف بیٹھنے کا ذکر کیا تو عائشہ نے بھی اجازت مانگی، آپ نے دے دی، حفصہ نے عائشہ
سے کہا انہیں بھی اجازت لے دیں (انہیں بھی مل گئی)۔ زینب بنت جحش نے جب یہ
دیکھا تو انہوں نے ایک خیمہ نسب کرنے کو کہا چنانچہ ان کے لئے بھی ایک خیمہ نصب کر دیا
گیا، عائشہ کہتی ہیں جب رسولؐ اللہ نماز پڑھ کر اپنے خیمہ کو جانے لگے تو ان خیموں پر نظر
پڑی تو پوچھا یہ خیمے کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ عائشہ، حفصہ اور زینب کے خیمے ہیں، فرمایا
ان کا ارادہ نیکی کا نہیں، میں (اس دفعہ) اعتکاف نہیں بیٹھوں گا چنانچہ آپ واپس چل دیئے
جب روزے گزر گئے تو شوال کے ایک عشرے میں اعتکاف کیا۔

نتیجہ : بہت ہی واضح سی روایت ہے کہ نبیؐ کی نظر میں عائشہ، حفصہ کی کیا حیثیت
تھی۔ ملاحظہ کیجئے یہ جملہ بھی کہ نبیؐ نے خیمے دیکھ کے پوچھا یہ کیا ہے؟ نبیؐ کا سوال بتا رہا ہے
کہ نبیؐ کو علم نہیں تھا کہ یہ خیمے کس کے ہیں اور عائشہ کہتی ہیں کہ مجھے رسولؐ نے اجازت

دے دی تھی۔ اگر اجازت دے دی تھی تو نبیؑ کے پوچھنے کا کیا جواز ہے؟ دوسرے نبیؑ نے فرمایا کہ میں اعتکاف نہیں کروں گا ان کا ارادہ نیکی کا نہیں ہے۔ اندازہ لگائیے کہ کتنی خطرناک عورتیں تھیں کہ جس نبیؑ نے کفار کے لشکر دیکھ کر تبلیغ اسلام نہ چھوڑی ہو وہ ان کے ارادے دیکھ کر اعتکاف کو ترک کر رہا ہے۔

(53): ''معاویہ کی ماں اور چوری کی اجازت۔''

﴿جلد 1، کتاب البیوع، باب ۔1370، حدیث ۔2059، صفحہ ۔771﴾

''عائشہ روایت کرتی ہیں امِ معاویہ نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں گزارش کی، ابو سفیان ایک بخیل آدمی ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ چپکے سے اس کے مال سے کچھ اڑا لیا کروں، فرمایا دستور کے مطابق اتنا لو جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لئے کافی ہو۔

نتیجہ : اول تو معاویہ کی ماں کی ہمت کی داد دیجئے کہ رسولؐ سے چوری کی اجازت مانگ رہی ہے دوسرے راوی کی ہمت کی داد کہ معاذ اللہ رسولؐ اللہ اجازت دے رہے ہیں ۔ خیر ابو سفیان کی صورتِ اصل کی نقاب کشائی کے ساتھ معاویہ کی ماں کی ایک اور خصلت تو ثابت ہو ہی گئی کہ شوہر کے ساتھ خیانت میں ماہر تھی۔ جب ماں کا یہ عالم ہے تو فرزند کی خیانتوں کے کیا کہنے۔

(54): ''بنت رسولؐ سے گواہ مانگنے والا، صحابی سے گواہی نہیں مانگتا۔''

﴿جلد 1، کتاب الکفار، باب ۔1426، حدیث ۔2137، صفحہ ۔799﴾

''جابر ابن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا اگر بحرین سے مال آ گیا تو تمہیں اتنا (کچھ اندازہ کر کے) دوں گا لیکن بحرین سے مال نہ آیا حتیٰ کہ رسولؐ اللہ کا انتقال ہو گیا، جب بحرین سے مال آیا تو ابو بکر نے اعلان کرایا جس شخص سے رسولؐ نے کوئی وعدہ کیا ہو یا آپ پر کسی کا قرض ہو تو میرے پاس آ جائے، چنانچہ میں ان کے پاس آیا میں نے کہا رسولؐ اللہ نے مجھے اتنا (مال) کا وعدہ کیا تھا، مجھے ابو بکر نے مٹھی بھر کر دی میں نے گنا تو پانچ سو (دینار یا درہم) تھے اور کہا اس سے دو گنا لے لو۔''

نتیجہ : خدارہ انصاف کیا جائے کہ جابر بن عبداللہؓ محترم ضرور ہیں مگر کہاں بنتِ رسولؐ کہاں جابر اور ایک طرف جب حضرت فاطمہؑ بنت رسول سلام اللہ علیہا اسی ابو بکر کے پاس اپنا فدک واپس لینے گئیں تو گواہ مانگے گئے اور جابر مال لینے گئے تو بغیر گواہ کے صرف مال ہی نہیں دیا گیا بلکہ دو گنا لینے کو کہا گیا۔ اہل انصاف اس ابو بکر کو کیا کہیں گے جو صحابی کے دعوے پر یقین کرے اور اس بی بی کے دعوے پر یقین نہ کرے جس کی طہارت تطہیر اور جس کی صداقت میں آیت مباہلہ آئی تھی۔

(55): ”معاذ اللہ پیغمبر اسلامؐ حضرت موسیٰؑ سے کمتر تھے۔“

﴿جلد۔1 ، کتاب فی الخصومات، باب ۔1504، حدیث ۔2243، صفحہ ۔837﴾

”ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں، دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو گالی دی ان میں ایک مسلمان اور دوسرا یہودی تھا۔ مسلمان نے کہا، قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو ساری دنیا پر فضیلت بخشی، یہودی بولا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰؑ کو ساری دنیا پر فضیلت عطا کی، مسلمان نے یہ سنا تو یہودی کے تھپڑ رسید کیا، یہودی رسولؐ کی خدمت میں آیا اور پیش آمدہ حالات سے آپ کو آگاہ کیا، رسولؐ اللہ نے فرمایا مجھے موسیٰؑ پر فضیلت نہ دو کیونکہ قیامت کے دن لوگوں پر غشی طاری ہوگی اور میں بھی انہیں لوگوں کے ساتھ بے ہوش ہو جاؤں گا سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا تو موسیٰؑ عرش کا کونہ پکڑے دکھائی دیں گے میں نہیں جانتا وہ بے ہوش ہو کر مجھ سے پہلے ہوش میں آجائیں گے یا اللہ تعالیٰ نے انکو بے ہوشی سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔“

نتیجہ : نہ جانے کیوں ابو ہریرہ نے یہ عہد کر لیا تھا کہ جب بھی روایت کروں گا تو ایسی ہی کروں گا جس سے عظمتِ پیغمبرؐ ظاہر نہ ہونے پائے چنانچہ یہاں بھی وہی کیا کہ پہلے سردارِ انبیاء کی زبانی ان کو موسیٰؑ سے کمتر کہلوایا، پھر اہل محشر کے ساتھ بے ہوش کروایا، حالانکہ اہل محشر میں کفار و مشرکین بھی ہوں گے یعنی معاذ اللہ قیامت کے دن کافر جس کیفیت سے گزریں گے، شافعِ محشر بھی اہل محشر جیسے ہوں گے تو شفاعت کیا ابو ہریرہ کریں گے؟

(56): ”وفاتِ رسولؐ کے وقت ابوبکر و عمر سقیفہ میں۔“

﴿جلد۔1 ، کتاب المظالم، باب ۔1544، حدیث ۔2287، صفحہ ۔854﴾

”ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ انہیں عمر نے بتایا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اٹھا لیا تو انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں مل بیٹھے میں نے ابوبکر سے کہا ہمارے ساتھ چلئے چنانچہ بنی ساعدہ کے سائبان میں گئے۔“

نتیجہ : اس سے واضح اور کیا ثبوت ہوگا کہ ابوبکر اور عمر نبیؐ کے جنازے کو چھوڑ کر سقیفہ چلے گئے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ وہاں انصار خلافت کے لئے جھگڑا کر رہے تھے اس لئے گئے تا کہ لوگوں میں اختلاف نہ ہو تو سوال یہ ہے کہ اگر رسول ابوبکر یا عمر کو خلیفہ بنا گئے تھے تو انصار سقیفہ میں کیوں جمع ہو گئے تھے دو ہی باتیں ثابت ہیں یا تو رسولؐ نے ابوبکر کو خلیفہ نہیں بنایا تھا یا کم سے کم انصار کی نظر میں ابوبکر خلیفہ بننے کے قابل نہیں تھے۔

(57): ”رسولؐ کی عائشہ اور حفصہ سے ناراضگی اور طلاق۔“

﴿جلد۔1 ، کتاب المظالم، باب ۔1550، حدیث ۔2293، صفحہ ۔756﴾

”ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں، میری خواہش رہی کہ عمر سے ان دو ازواجِ رسولؐ کے بارے میں پوچھوں جن کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے ”اگر تم دونوں رجوع کر لو (تو بہتر ہے) تمہارے دلوں میں کجی پیدا ہو گئی ہے“ میں ان کے ہمراہ حج پر گیا وہ راستے سے ہٹ گئے تو میں بھی چھاگل لے کر ان کے ساتھ مڑا، وہ رفع حاجت کو گئے، واپس آئے تو میں نے چھاگل سے ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور انہوں نے وضو کیا (اسی

دوران) میں نے پوچھا 'یا امیر! رسولؐ اللہ کی بیویوں میں سے وہ دو کون تھیں جن کے متعلق 'آیہ ان تتوبا' الخ نازل ہوئی، انہوں نے جواب دیا، اے ابن عباس! تم پر حیرت ہے (تمہیں نہیں معلوم؟) وہ عائشہ اور حفصہ ہیں! پھر عمر نے متوجہ ہو کر پورا قصہ بیان کرنا شروع کر دیا، کہ میں اور میرے انصاری پڑوسی بنی امیہ بن زید کے محلّہ میں رہتے تھے جو مدینہ کے حوالی میں تھا اور ہم دونوں باری باری رسولؐ کی خدمت میں آتے تھے، ایک دن وہ اور ایک دن میں حاضر ہوتا جب میں جاتا تو پوری صورتِ حال سے انصاری کو آگاہ کرتا اور جب وہ جاتا تو وہ مجھے آکر بتاتا اور ہم قریشی لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے، جب ہم انصار کے پاس آئے تو دیکھا کہ ان کی عورتیں ان پر غالب رہتی تھیں، ہماری عورتوں نے بھی ان کی عورتوں کے اطوار اپنانے شروع کر دئے، میں نے اپنی بیوی کو ایک بار ڈانٹا تو اس نے بھی بلند آواز سے جواب دیا اس کا یہ انداز مجھے ناگوار گزرا، وہ بولی میرا جواب تمہیں ناگوار کیوں گزرا؟ بخدا رسولؐ اللہ کی بیویاں آپؐ کو بھی جواب دیتی ہیں، اور آپؐ کی زوجہ آپؐ سے رات بھر جدا رہتی ہے، میں یہ سنکر گھبرا گیا اور کہا جس نے بھی یہ کیا اس نے بہت نقصان اُٹھایا، میں کپڑے بدل کر حفصہ کے پاس آیا اور کہا، اے حفصہ! کیا تم میں کوئی رسولؐ اللہ کو رات بھر ناراض رکھتی ہے، کہا ہاں! میں نے کہا تم گھاٹے میں رہی اور تباہ ہو گئیں، کیا تمہیں اس کا ڈر نہیں جس سے رسولؐ اللہ ناراض ہوں، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے اور تو ہلاک ہو جائے گی، آپؐ سے زیادہ گفتگو اور جواب دینے سے گریز کرو، اور آپ سے جدا بھی ہوا کرو اور جو بھی ضرورت ہو مجھے کہہ دیا کرو اور ہاں تمہیں یہ زعم بھی نہیں ہونا چاہئے پڑوسن تم سے زیادہ خوبصورت اور آپ کو زیادہ پیاری ہے مراد اس

سے عائشہ تھیں، اور اس زمانے میں اس کا عام چرچہ تھا کہ غسان کے لوگ ہم سے جنگ کے لئے گھوڑوں کی نال بندی میں مصروف تھے، میرے ساتھی اپنی باری کے دن رسولؐ کے پاس گئے عشا کے وقت واپس لوٹے دروازہ پر زور سے دستک دی اور کہا عمر سو رہے ہو؟ میں سٹپٹا کر باہر نکل آیا، بولے بہت بڑا حادثہ ہو گیا میں نے پوچھا غسانی چڑھ دوڑے؟ کہا نہیں اس سے بھی بڑا حادثہ ہوا ہے رسولؐ اللہ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے، میں بولا، حفصہ تو گھاٹے میں رہ گئی، مجھے پہلے سے ہی خدشہ تھا کہ ایسا ہو کر رہے گا میں نے کپڑے پہنے اور فجر کی نماز رسولؐ اللہ کے ساتھ جا کر ادا کی، آپؐ بالا خانے میں تشریف لے گئے اور وہاں اکیلے رہتے ہیں میں حفصہ کے پاس گیا، وہ رو رہی تھی، میں نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ میں نے تمہیں پہلے خبردار نہیں کیا تھا، کیا آپؐ نے تمہیں طلاق دے دی ہے؟ کہا میں نہیں جانتی، آپؐ بالا خانے میں ہیں، میں باہر نکل کر منبر کے پاس آیا، لوگ منبر کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور بعض رو رہے تھے، میں تھوڑی دیر ان کے ساتھ بیٹھا پھر مجھ پر افسوس نے غلبہ پایا تو میں اس بالا خانے کے قریب آیا، جہاں آپ تشریف فرما تھے، میں نے آپؐ کے ایک حبشی غلام سے کہا، عمر کے لئے (زیارت کی) اجازت مانگو، وہ غلام اندر گیا اور رسولؐ اللہ سے تبادلہ خیال کیا، باہر آکر اس نے کہا میں نے آپؐ سے تمہارا ذکر کیا ہے مگر آپؐ خاموش رہے، چنانچہ میں لوٹ آیا اور اس مجمع میں جا بیٹھا جو منبر کے پاس بیٹھے تھے، پھر ذہنی اذیّت غالب آگئی، اٹھ کر غلام کے پاس آیا اور کہا عمر کے لئے اذن طلب کرو، اس نے وہی کیا اور کہا، میں پھر اس گروہ میں آبیٹھا، پھر رنج نے غلبہ پایا تو اُٹھا اور حبشی غلام کے پاس گیا اور کہا عمر کے لئے اجازت مانگو، پھر اس نے پہلے کی

طرح بیان کیا، جب میں گھر آنے کے لئے پلٹا تو یکا یک غلام نے بلایا اور کہا آپ کو رسولؐ
اللہ نے ملنے کی اجازت دے دی ہے، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپؐ
بورئے پر لیٹے ہوئے ہیں اور آپؐ کے جسم اور بورئے کے درمیان کوئی بستر نہ تھا، بورئے
کے نشانات آپؐ کے جسم پر ظاہر تھے اور ایک تکیہ بھی رکھا ہوا تھا، جس میں کھجور کی چھال
بھری ہوئی تھی، میں نے سلام عرض کیا اور کھڑے کھڑے پوچھا، کیا آپؐ نے بیویوں کو
طلاق دے دی ہے؟ آپؐ نے نظر میری طرف اُٹھائی اور فرمایا نہیں، پھر میں نے کھڑے
کھڑے (آپ کا دل) بہلانے کی خاطر کہا، یا رسول اللہؐ! دیکھئے ہم قریشی لوگ عورتوں پر
غالب رہتے تھے پھر جب ہم ایسے لوگوں کے پاس آئے جن پر عورتیں غالب رہتی ہیں
، پھر سارا ماجرہ کہہ سنایا، رسولؐ اللہ مسکرا دئے، پھر میں نے آپؐ سے کہا کاش آپؐ دیکھتے
کہ میں حفصہ کے پاس گیا اور اس سے کہا تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمہاری پڑوسن یعنی
عائشہ تم سے خوبصورت ہے اور آپ کو زیادہ عزیز ہے آپؐ پھر مسکرا دئے، میں نے جب
آپ کو مسکراتے دیکھا تو میں بیٹھ گیا، میں نے آپؐ کے گھر کا بغور جائزہ لیا، تو سوائے تین
کچی کھالوں کے کچھ نظر نہ آیا میں نے عرض کیا آپ دعا کیجئے، خدائے تعالیٰ آپ کی
امت پر وسعت کرے کیونکہ اہل فارس وروم کو خوب خوشحالی حاصل ہے اور انہیں دنیا دی
گئی ہے، حالانکہ وہ اللہ کی بندگی نہیں کرتے اس وقت آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے، آپؐ
نے فرمایا' اے خطاب کے بیٹے! کیا تمہیں اس میں شک ہے کہ انہیں ان کی نیکیوں کی جزا
اسی دنیا میں دی گئی ہے، میں نے عرض کیا، میرے لئے بخشش کی دعا فرمائیے (دراصل)
رسولؐ اللہ اس راز کی وجہ سے اپنی ازواج سے الگ ہو گئے تھے جو حفصہ نے عائشہ پر آشکار

کر دیا تھا اور آپؐ نے فرمایا میں (کامل) ایک ماہ اپنی ازواج کے پاس نہیں جاؤں گا
کیوں کہ آپؐ بہت رنجیدہ تھے، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو متنبہ کیا تو اس وقت ۲۹ دن
بیت چکے تھے آپؐ سب سے پہلے عائشہ کے پاس گئے، عائشہ نے آپؐ سے کہا، آپؐ نے
تو ایک ماہ ہمارے پاس نہ آنے کی قسم کھائی تھی اور ابھی تو ۲۹ راتیں گزری ہیں جنہیں میں
گن رہی ہوں آپؐ نے فرمایا مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے اور وہ مہینہ (واقعی) ۲۹ دن کا تھا
، عائشہ بیان کرتی ہیں جب آیت تخییر نازل ہوئی تو سب سے پہلے آپؐ نے مجھ سے پوچھا
، میں تمہیں ایک بات کہتا ہوں ضروری نہیں کہ تم مجھے فوراً جواب دو، تا آنکہ تم اپنے والدین
سے مشورہ کرلو، عائشہ کہتی ہیں آپ کو یقین تھا کہ میرے والدین مجھے علیحدگی کا مشورہ نہیں
دیں گے، پھر آپ نے آیت 'یا ایھا النبی قل لازوجک عظیما' تک تلاوت کی، میں نے
عرض کیا میں اس باب میں والدین سے کیا مشورہ لوں گی، میں تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسولؐ
اور آخرت کو محبوب رکھتی ہوں پھر آپ نے تمام عورتوں کو یہی اختیار دیا اور ان سب نے یہی
جواب دیا جو عائشہ نے دیا تھا۔"

نتیجہ: اس طویل روایت کا نتیجہ بھی بہت طویل نہ ہو جائے اس لئے صرف اتنا ہی
کافی ہے کہ خدا کا شکر ہے جس نے امام بخاری کے ہاتھوں اور عمر کے منہ سے اس بات کو
ظاہر کروادیا کہ وہ دو عورتیں جن کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں اور کوئی نہیں ابوبکر کی بیٹی عائشہ
اور عمر کی بیٹی حفصہ تھیں۔ روایت کا ماحصل یہی ہے۔ باقی ساری باتیں پیوند کاریاں ہیں
، بہر حال رسول کا ایک مہینہ ان دونوں سے دور رہنا، عمر کا پریشان ہونا، حفصہ کا رونا، اور
دوسرے لوگوں کا غم زدہ ہونا دلیل ہے کہ بات صرف میاں بیوی کے وقتی جھگڑے کی نہیں

تھی بلکہ نوبت طلاق کی ہو ہی گئی تھی۔

(58): ''عائشہ کا حسد''۔

﴿جلد 1 ، کتاب المظالم، باب 1559، حدیث 2306، صفحہ 862﴾

''انس روایت کرتے ہیں، رسول اللہ اپنی ازواج میں سے کسی ایک زوجہ کے پاس تھے، امہات المومنین میں سے کسی نے خادم کو پیالہ دیکر بھیجا، جس میں کھانا تھا، عائشہ نے ایک ہاتھ (رشک کے باعث) اس پر مارا اور اسے توڑ ڈالا، رسول اللہ نے اس پیالے کو جوڑا اور اس میں کھانا رکھا پھر صحابہ سے فرمایا، کھاؤ۔ اور کھانا لانے والے اور پیالے کو روک لیا، جب لوگ کھانا کھا چکے تو صحیح پیالہ واپس کیا اور شکستہ پیالہ رکھ لیا۔

نتیجہ: روایت کے آئینہ میں عائشہ کی صورت مع سیرت کے بہت صاف دکھائی دے رہی ہے، مگر افسوس ان عقلوں پر جو عام حاسد عورتوں جیسا رویہ رکھنے والی عورتوں کو عقیدت کے کوہ پر بٹھائے ہوئے ہے اور عقیدت کے اندھے پن کی اس سے بڑی دلیل کیا ہوگی کہ مترجم نے لکھا ہے کہ (مارے رشک کے)۔ اندازہ کیجئے کے جب اندھی عقیدت کو حسد رشک نظر آرہا ہے تو کافر صفت لوگوں کو مسلمان کہنے میں کیا جاتا ہے۔

(59): ''ہجرت کا ثواب نیت پر ہے''۔

﴿جلد 1 ، کتاب الرہن، باب 1588، حدیث 2350، صفحہ 876﴾

''علقمہ بن وقاص نے عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر آدمی کو نیت کا پھل ملے گا، پس جسکی ہجرت اللہ اور

رسولؐ کی طرف ہے تو وہ ہجرت اللہ اور رسولؐ کی طرف شمار ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہے تو وہ اسی چیز کی طرف ہجرت شمار ہوگی جس کی طرف ہجرت کی۔''

نتیجہ: اس دلیل کی روشنی میں اہل نظر پر فرض ہے کہ وہ کسی بھی نبیؐ کی ہجرت کے ساتھی کے ساتھ کو نہ دیکھیں بلکہ اس کی نیت کو دیکھیں کہ آخر نبیؐ کے روکنے کے باوجود اس نے کیوں ہجرت کی، آخر نیت کیا تھی، اگر نیت اللہ اور نبیؐ کی طرف ہجرت تھی تو رونے کی ضرورت کیا تھی۔

(60): ''انصاف کا دوہرا معیار''۔

﴿جلد 1 ، کتاب الهبة، باب 1637، حدیث 2436، صفحہ 908﴾

''ابن جریج نے عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے کہ بنی صہیب مولیٰ ابن جدعان نے دو گھروں اور ایک حجرے کا دعویٰ کیا کہ رسول اللہ نے یہ صہیب کو عطا فرمائے تھے، پس مروان نے کہا کہ تمہارے اس دعوے کی گواہی کون دیتا ہے، انہوں نے کہا کہ ابن عمر، پس انہیں بلایا گیا تو انہوں نے شہادت دی کہ یقیناً رسول اللہ نے صہیب کو دو مکان اور ایک حجرہ عطا فرمایا تھا، پس مروان نے ان کی شہادت پر ان لوگوں کے حق میں فیصلہ کر دیا۔''

نتیجہ: ہم اس سے پہلے بھی ایک روایت تحریر کر چکے ہیں جس میں ابوبکر نے جابر بن عبداللہ کو بغیر کسی گواہ کے بحرین کا مال دے دیا اس کے بعد یہ روایت پیش ہے جس میں

مروان نے صرف ابن عمر کی گواہی پر یقین کر کے فیصلہ دے دیا۔ اب فیصلہ اہل حق کریں
کہ یہ دوہرا معیار کیا ہے ایک طرف جابرؓ سے گواہ مانگا ہی نہیں جاتا دوسری طرف ایک
صحابی کے بیٹے کی گواہی کافی مانی جاتی ہے تیسری طرف بنت رسولؐ سے گواہ مانگے جاتے
ہیں اور پھر جب وہ مولا علی علیہ السلام اور حسنینؑ جیسے گواہوں کو پیش کرتی ہیں تو عمر کے بیٹے
کی گواہی مان لینے والے مروان کے پیر نبیؐ کے بیٹوں کی گواہی ماننے سے انکار کر دیتے
ہیں ایسے شخص کے خلیفہ ہونے کی گواہی دینے سے بڑا کفر اور کیا ہوگا۔

(61): ''معاذ اللہ رسولؐ آیتیں بھول گئے تھے۔''

﴿جلد 1، کتاب الشہادت، باب 1654، حدیث 2467، صفحہ 920﴾

''عائشہ کا بیان ہے کہ نبی کریمؐ نے ایک شخص کو مسجد میں قرآن کریم پڑھتے
ہوئے سنا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے کہ اس نے فلاں فلاں سورت کی فلاں
فلاں آیتیں مجھے یاد دلا دیں جو میرے ذہن سے ساقط ہو گئیں تھیں۔''

نتیجہ : اندازہ لگائیے کہ عداوتِ اہل بیتؑ نے کہاں تک پہونچا دیا کہ معاذ اللہ
کا رسولؐ آیتیں بھول چکا تھا کسی اور نے آیتیں یاد دلائیں۔ اصل میں یہ سب تمہید ہے اس
شخص کی خلافت کو حق بجانب ثابت کرنے کی جس نے خود اقرار کیا کہ مجھے سورۂ بقرا یاد نہ
ہو سکا۔ ظاہر ہے جب تک رسولؐ کو قرآن بھولتے ہوئے نہیں دکھایا جائے گا تب تک سورۂ
بقر بھولنے والے کو اس کا جانشین کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

﴿صحیح بخاری جلد دوم سے متعلق روایات﴾

(62): ''معاویہ اور اس کے ساتھی جہنمی اور باغی ہیں۔''

﴿جلد ۲، کتاب الجہاد والسیر، باب ۶۲، حدیث ۷۷، صفحہ ۶۶﴾

''حضرت ابن عباسؓ نے عکرمہ اور علی بن عبداللہ سے فرمایا کہ تم دونوں ابوسعید
خدری کے پاس جاؤ اور ان سے حدیث کا سماع کرو پس ہم دونوں ان کی خدمت میں
حاضر ہوئے جب کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ باغ کو پانی دے رہے تھے، جب انہوں نے
ہمیں دیکھا تو ہمارے پاس تشریف لے آئے اور اختیار کی حالت میں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ
جب مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی تو ہم ایک ایک اینٹ اُٹھا کر لاتے تھے لیکن حضرت عمارؓ دو
دو اینٹ لاتے تھے، جب نبی کریمؐ ان کے پاس سے گزرے تو ان کے سر کا غبار جھاڑتے
ہوئے فرمایا، عمارؓ کی اس حالت پر افسوس ہے کہ ان کو باغیوں کا ایک گروہ قتل کرے گا، یہ
انہیں اللہ کی طرف بلائیں گے اور وہ ان کو جہنم کی طرف۔''

نتیجہ : بہت ہی واضح الفاظ میں نبیؐ نے حضرت عمارؓ کے قاتلوں کی پہچان اور
حقیقت بتا دی ہے کہ جو ان کو قتل کریں گے وہ باغی بھی ہوں گے اور جہنمی بھی، اب بخاری
کی یہ روایت پڑھنے کے بعد صاحبانِ نظر انصاف سے تاریخی کتابیں پڑھ کر دیکھ لیں کہ
حضرت عمارؓ کو قتل کرنے والے کون تھے؟ اس میں کوئی تاریخی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت
عمارؓ جنگِ صفین میں حضرت علیؑ کی طرف سے جہاد کر رہے تھے ان کا حضرت علیؑ کی
طرف ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ حق حضرت علیؑ کی طرف تھا، دوسری طرف عمارؓ نے

جن سے جہاد کیا وہ کوئی اور نہیں بلکہ معاویہ اور اس کے ساتھی تھے، بخاری پر یقین کرنے والے کم سے کم معاویہ کا جہنمی ہونا تسلیم کریں یا بخاری کو جھوٹا کہیں۔

(63): ''جنگِ حنین میں اصحاب کا فرار، ایک صحابی کا اقرار۔''

﴿جلد 2، کتاب الجهاد والسير، باب 141، حديث 190، صفحه 100﴾

''برا ابن عازب سے ایک آدمی نے دریافت کیا، اے ابو عمارہ! کیا آپ نے جنگِ حنین سے فرار کیا تھا؟ جواب دیا خدا کی قسم نہیں رسول اللہ نہیں بھاگے تھے، ہاں! آپ کے اصحاب میں سے بعض نو عمر اور بزدل لوگ جن کے پاس ہتھیار نہ تھے وہ ایسے تیر انداز لوگوں کے مقابلے پر آ گئے ہوازن اور بنی نضر نے انہیں جمع کر لیا تھا اور جن کا نشانہ خطا کھاتا نہیں تھا، تو انہوں نے انہیں خطا نہ کھانے والے تیروں پر دھر لیا، پس وہ نبی کریمؐ کی جانب دوڑ آئے اور آپؐ اپنے سفید خچر پر جلوہ افروز تھے اور آپ کے چچا زاد بھائی ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے، آپؐ نیچے اترے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی پھر فرمایا، میں نبی ہوں، اس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب جیسے سردار کا بیٹا ہوں پھر آپؐ نے اپنے اصحاب کی صف بندی فرمائی۔

نتیجہ: راوی نے بھاگنے والوں کے نام نہیں بتائے مگر کم سے کم اقرار ضرور کر لیا کہ بزدل اصحاب نے فرار کیا تھا، بہر حال ہمارا مقصد یہاں سے بھی حاصل ہو ہی جاتا ہے کہ اصحاب کو معصوم نہ کہتے ہوئے بھی ان کی خطائیں نہ سننے والے اصحاب کی حقیقت سے روشناس ہوتے رہیں، اس روایت کے آخر میں ایک قابل غور بات یہ بھی ہے کہ نبی کریمؐ

نے فرمایا کہ میں عبد المطلبؑ جیسے سردار کا بیٹا ہوں، یعنی عبد المطلبؑ کی اولاد ہونے پر فخر کیا۔ رسولِ خدا کے چچا، باپ اور دادا کو کافر کہنے والے کیا بتائیں گے کہ اللہ کا رسولؐ اپنے رسول ہونے پر فخر کرنے کے بجائے معاذ اللہ کافر کا بیٹا ہونے پر کیوں فخر کر رہا ہے۔

(64): ''خیبر میں اصحاب اور آرزوئے علم۔''

﴿جلد 2، کتاب الجهاد والسير، باب 186، حديث 263، صفحه 128﴾

''ابو حازم فرماتے ہیں کہ مجھے سہل بن سعد نے خبر دی کہ جنگِ خیبر کے وقت نبیؐ کریم نے فرمایا' کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہوگی، وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں، رات لوگوں نے اسی انتظار میں گزار دی کہ دیکھیں جھنڈا کس کو عطا فرمایا جاتا ہے، اگلے روز ہر ایک اس کا تمنائی تھا، آپؐ نے ارشاد فرمایا، علیؑ کہاں ہیں؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں، تو آپؐ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور ان کے لئے دعا کی تو وہ اس طرح شفایاب ہو گئے جیسے انہیں کوئی تکلیف ہی نہیں تھی، پھر انہیں علم عطا فرما دیا وہ عرض گزار ہوئے کہ میں اس وقت تک ان سے لڑتا رہوں گا جب تک وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں تو آپؐ نے فرمایا چپکے سے جاؤ اور جب ان کے میدان میں پہنچ جاؤ تو انہیں دعوت اسلام دینا اور بتانا کہ ان پر کیا واجب ہے۔ خدا کی قسم اگر تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو بھی ہدایت سے نواز دیا تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔''

نتیجہ: کہاں 'صحیح بخاری' اور کہاں فضیلت امیر المومنینؑ۔ یہ انتظام قدرت ہے

چھپاتے چھپاتے بھی لکھنا ہی پڑ گیا کہ نبیؐ نے خیبر میں علم علیؑ کو دیا۔ اور یہ کہہ کہ دیا کہ یہ علم اس کو ملے گا جو اللہ اور رسول کو چاہتا ہوگا اور اللہ و رسولؐ اس کو چاہتے ہوں گے۔ یہ کوئی معمولی صفت نہیں ہے اگر معمولی بات ہوتی تو صحابہ شب داری نہ کرتے، صحابہ کا اشتیاق بتا رہا ہے کہ شب فتح خیبر نبیؐ نے جو صفتیں بتائی ہیں اگر وہ مل جائیں تو ہم بھی صاحبِ فضیلت بن جائیں گے۔ مگر ہوا اس کا الٹا جاگنے والوں کے مقدر سو گئے اور علیؑ علمدار خیبر ہو گئے۔ روایت کے مطابق مولا علیؑ کے پاس نبی کی دوہری سند ہے یعنی علی علیہ السلام، اللہ اور رسولؐ کو چاہتے ہیں، اللہ اور رسولؐ علیؑ کو چاہتے ہیں اب جس کا دل چاہے وہ اس علیؑ سے وابستہ ہو جائے جس کے پاس محبت خدا اور رسولؐ کی دوہری سند ہے اور جس کا دل چاہے ان سے وابستہ ہو جنکے پاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سندیں تو ہیں مگر نہ ان سندوں پر خدا کی گواہی موجود ہے نہ نبی کی گواہی۔

(65): ''ابو ہریرہ کا ایک اور لطیفہ۔''

﴿جلد 2، کتاب الجہاد والسیر، باب 196، حدیث 272، صفحہ 131﴾

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے کسی نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ کھایا تو انہوں نے چیونٹیوں کی پوری رہائش گاہ کو آگ لگا کر سب کو جلا دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب وحی بھیجی کہ تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹا لیکن تم نے ان کی پوری جماعت ہی کو جلا کر رکھ دیا، حالانکہ وہ تسبیح بیان کرتیں تھیں۔''

نتیجہ: ہم اس سے پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ شاید ابو ہریرہ نے عہد کر لیا تھا کہ جب

بھی روایت کروں گا تو ایسی جس سے رسالت و نبوت کی توہین ہی توہین ہو۔ جلد اول کی روایتوں کی طرح یہ بھی ویسی ہی روایت ہے کہ معاذ اللہ اللہ کے نبی تسبیح کرنے والوں کو جلا کر مار رہے ہیں، ایک چیونٹی نے ان کو کاٹا مگر انہوں نے سب کو مار دیا، ابو ہریرہ کو ابو بکر سے پوچھنا چاہیئے تھا کہ انہوں نے اس سانپ کو کیوں چھوڑ دیا جس نے ان کو کاٹا تھا۔ افسوس زبانِ ابو ہریرہ پر جو ممکن نہیں اسے بیان کر دیا اگر ذرا سا بھی ایمان تھا تو یہ بھی تو بتا دیتے کہ عمر نے رسول کی بیٹی کا گھر جلا کر راکھ کر دیا تھا۔

(66): ''جنابِ فاطمہؑ کا دعوائے فدک اور ابو بکر سے ناراضگی۔''

﴿جلد 2، کتاب الجہاد والسیر، باب 243، حدیث 336، صفحہ 159﴾

''عائشہ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ کی لخت جگر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ابو بکر سے رسول کی وفات کے بعد میراث سے اپنے حصہ کا سوال کیا اور جو رسولؐ اللہ نے اس مال سے چھوڑا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے فے کے طور پر مرحمت فرمایا تھا، ابو بکر نے جواب دیا کہ رسولؐ اللہ کا یہ فرمان ہے کہ ہم (انبیاء کرام) میراث نہیں چھوڑتے بلکہ ہم جو مال چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے، حضرت فاطمہ بنت رسولؐ سلام اللہ علیہا کو اس بات پر غصہ آیا اور پھر کلام نہ کیا اور اپنی وفات تک خلیفہ اول سے ترک کلام رکھا۔ یہ رسولؐ خدا کی وفات کے بعد چھ ۶ ماہ زندہ رہیں۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ۔''

نتیجہ: طوالت کے خوف سے پوری روایت نہیں لکھی کیوں کہ ہمارا جو مقصد تھا وہ روایت کے اسی حصے سے حاصل ہو رہا ہے حالانکہ روایت آگے بھی جاری ہے مگر اس میں

جنابِ فاطمہ زہراؑ کو فدک نہ دینے کی ابوبکر کی وہی غلط تاویل ہے جو نہ مطابقِ قرآن ہے اور نہ مطابقِ رسولؐ، بہرحال روایت کا جتنا حصہ ہم نے پیش کیا وہ اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ بنتِ رسولؐ نے فدک کا تقاضا کیا مگر ابوبکر نے رسولؐ کا یہ فرمان کہ 'ہم گروہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے بلکہ جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے' پیش کیا، حالانکہ ابوبکر نے یہ کہا تو اسی وقت حضرت فاطمہؑ نے قرآن کی آیتوں کو پیش کیا تھا جس میں ایک آیت یہ بھی تھی 'حضرت داؤدؑ نبی نے حضرت سلیمانؑ نبی کو اپنا وارث بنایا۔ اگر حضرت داؤدؑ نے کوئی میراث نہیں چھوڑی تھی تو جنابِ سلیمان کو وارث بنانے کا مقصد کیا تھا' دوسری آیات کے ذریعہ حضرت فاطمہؑ نے قولِ ابوبکر کو غلط ثابت کر کے واضح کر دیا کہ فدک میرا حق ہے، اور ابوبکر غاصب ہیں، ساتھ ہی ساتھ نبیؐ پر بہتان باندھنے کے بھی مجرم ہیں۔

مگر افسوس بخاری صاحب نے ابوبکر کے ذریعہ پیش کی گئی غلط حدیث کو تو نقل کر دیا مگر حضرت فاطمہؑ کے ذریعہ پیش کی گئی آیتوں کو تحریر نہیں کیا۔ خیر یہ تو لکھنا ہی پڑا کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ابوبکر سے ناراض ہوئیں اور انہوں نے اپنی وفات تک ابوبکر سے کلام نہیں کیا۔ حق کی تلاش کرنے والوں کے لئے یہی کافی ہے کہ بی بی فاطمہؑ ابوبکر سے ناراض تھیں اور اسی دوسری جلد میں (آگے پوری روایت پیش کی جائے گی) یہ بھی موجود ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا کہ 'جس نے حضرت فاطمہؑ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا'۔ اہل نظر بخاری کی ان دونوں روایتوں کو پڑھنے کے بعد قرآن کے سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۷ کو پڑھ لیں جس میں ارشاد ہو رہا ہے کہ ''جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو اذیت دے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور شدید عذاب ہے''۔ بخاری کی روایت اور قرآن کی

آیت پڑھنے کے بعد فیصلہ کیجئے کہ ابوبکر کو کس لقب سے یاد کریں۔

(67): ''ابوبکر کی پیش کردہ حدیث کی حقیقت۔''

﴿جلد 2، کتاب الجهاد والسير، باب 245، حديث 339، صفحه 163﴾

''ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا 'میرے وارثوں میں کوئی دینار تقسیم نہ کیا جائے، کیوں کہ جو مال میں چھوڑوں وہ میری ازواج اور خدمت گزاروں کے خرچ کے لئے ہے اور جو باقی بچے وہ صدقہ ہے۔''

نتیجہ: اس سے پہلے کی روایت آپ پڑھ چکے ہیں جس میں ابوبکر نے قولِ رسولؐ پیش کیا تھا کہ 'ہم (انبیاء) کوئی میراث نہیں چھوڑتے ہیں' اس کے بعد والی روایت نمبر ۳۳۷ میں یہی قول عمر نے پیش کیا مگر اس کا ترجمہ ہے کہ ''ہمارا (انبیائے کرام) وارث کوئی نہیں ہے''۔ یہ دونوں قول اسی باب میں آگے پیچھے ہیں مگر اس کو کیا کیجئے گا کہ اس کے بعد ہی اوپر والی روایت ہے کہ نبی فرما رہے ہیں کہ ''میرے وارثوں میں کوئی دینار تقسیم نہ کیا جائے'' فیصلہ کیجئے اگر نبیؐ کسی کو وارث نہیں بناتے ہیں تو پھر اس حکم کی کیا حیثیت ہے۔ اہل نظر غور کریں کہ ایک قول ابوبکر نے پیش کیا، ایک عمر نے اور ایک ابوہریرہ نے، اب کیا کیجئے گا! اگر ابوبکر اور عمر کی بات مانئے گا تو ابوہریرہ جھوٹے ثابت ہوتے ہیں اور اگر ابوہریرہ کو سچا مانئے گا تو یہ دونوں خلفاء جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔

میری رائے یہ ہے کہ آپ شیعوں کی بات مان لیجئے کہ یہ تینوں جھوٹے ہیں۔

(68): ''عائشہ کا حجرہ شیطان کی گزرگاہ ہے۔''

﴿جلد۔2 ، کتاب الجهاد والسير، باب 246، حديث 347، صفحه 165﴾

''عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریمؐ خطبہ دے رہے تھے تو آپؐ نے عائشہ کے حجرے کی جانب اشارہ کر کے فرمایا، ادھر (مشرق) فتنہ ہے، تین مرتبہ یہ بات دہرائی، ادھر (نجد وغیرہ) سے شیطان سیرت لوگ نکلیں گے۔''

نتیجہ : اس روایت کے تبصرے سے پہلے یہ واضح کرتا چلوں کہ میں صحیح بخاری کے جس ترجمہ کو پیش کر رہا ہوں وہ مولانا اختر شاہ جہاں پوری کا کیا ہوا ہے اور انہوں نے عربی عبارت کے سامنے ترجمہ کر کے اردو عبارت لکھی ہے۔ انہوں نے کچھ الفاظ اس طرح لکھیں ہیں جیسے اس روایت میں (مشرق) اور (نجد وغیرہ)۔ حالانکہ عربی عبارت میں نہ لفظ مشرق ہے نہ لفظِ نجد وغیرہ، وہاں صرف یہ ہے کہ 'حجرۂ عائشہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہاں فتنہ ہے اور وہاں شیطان کے سینگ ہیں لوگ ہے' جسے ترجمہ کرنے والے نے لکھا ہے 'شیطان سیرت لوگ نکلیں گے' بہر حال بڑی واضح روایت ہے اب اس کے پڑھنے کے بعد اہل نظر کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ عائشہ نے حضرت علیؑ سے جنگ کیوں کی؟، امام حسنؑ کے جنازے پر تیر کیوں چلوائے؟، اس روایت کے مطابق حدیثِ رسولؐ نے عائشہ کی حقیقت سے آگاہی پہلے ہی کرادی تھی۔ یہ روایت عائشہ کے عیب اور رسولؐ کے علم غیب دونوں پر دلالت ہے۔

(69): ''منکرینِ وسیلہ غور کریں!۔''

﴿جلد۔2 ، کتاب الجهاد والسير، باب 249، حديث 359، صفحه 169﴾

''ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ''میں نہ ذاتی طور پر تمہیں کچھ دیتا ہوں اور نہ کوئی چیز لینے سے تمہیں روکتا ہوں بلکہ میں تو (خدا کی طرف سے) بانٹنے والا ہوں۔ جہاں جس چیز کو رکھنے کا حکم ہوتا ہے وہاں رکھ دیتا ہوں۔''

نتیجہ : اس روایت کو پڑھنے کے بعد وہ معتقدینِ بخاری کیا کریں گے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ بغیر وسیلہ کے دیتا ہے۔ کتاب امام بخاری کی ہے روایت ابو ہریرہ کی ہے اور قول پیغمبر اسلام کا ہے کہ ''انا قاسم'' یعنی میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ اگر روایت کو غلط مانئے گا تو صحیح بخاری غلط ثابت ہو جائے گی اور اگر روایت کو صحیح مانئے گا تو انکار وسیلہ کا عقیدہ غلط ہو جائے گا۔ خیر جو بھی آپ کریں وہ آپ کو اختیار ہے، مگر کم سے کم اب یہ شک نہ کریں کہ علیؑ کو اللہ نے جنت اور جہنم کو بانٹنے والا کیسے بنا دیا اور اس پر بھی شک نہ کریں کہ رسولؐ اور ان کی آل مانگنے والوں کو آج تک کیسے بانٹ رہے ہیں۔

(70): ''معاذ اللہ رسولؐ جادو کے اثر سے بھلکڑ ہو گئے تھے۔''

﴿جلد۔2 ، کتاب الجهاد والسير، باب 276، حديث 412، صفحه 201﴾

''عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ پر جادو کیا گیا جس کے باعث آپ کی یہ حالت ہو گئی (معاذ اللہ) کے بعض اوقات یہ سمجھتے تھے کہ میں نے فلاں کام کر لیا ہے حالانکہ وہ کیا نہیں ہوتا تھا۔''

ناشر
حسینی اکادمی
کاظمین روڈ، لکھنؤ

نتیجہ : اول تو امام بخاری نے سب سے بڑا دھوکا یہ دیا ہے کہ حدیث کے نام پر روایتیں بھی تحریر کی ہیں۔ حدیث کی کتاب کا مطلب تو یہ تھا کہ اس میں صرف اقوالِ پیغمبر اسلامؐ شامل ہوتے ، مگر اس روایت کو پڑھ کر بتایئے کہ اسے حدیث رسولؐ کیسے ثابت کیا جائے گا؟ دوسرے روایت کا بھی کیا کہنا کہ فخر موسیٰ پر جادو کا اثر ہو رہا ہے۔ ایک طرف قرآن کہہ رہا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے عصے پر جادوگر اثر انداز نہیں ہو پائے ، دوسری طرف عائشہ کہہ رہیں ہیں کہ نبیؐ پر (جو ہر اعتبار سے حضرت موسیٰؑ سے افضل ہیں) جادو اثر کر گیا۔ معاذ اللہ موسیٰؑ تو موسیٰ اس روایت کے آئینہ میں تو پیغمبر اسلامؐ موسیٰؑ کے عصے جتنی بھی صلاحیت نہیں رکھتے اور آخر میں یہ بھی ہے کہ نبیؐ کی حالت ایسی ہوگئی کہ وہ سمجھتے تھے فلاں کام کرلیا، حالانکہ وہ کیا نہیں ہوتا تھا، اب عائشہ صاحبہ سے کون پوچھے کہ فلاں کاموں میں نماز، روزہ اور تبلیغ قرآن کے ساتھ ساتھ اور کیا کیا شامل تھا۔

(71): "صلح حدیبیہ میں عمر ابن خطاب کا شک۔"

﴿جلد 2 ، كتاب الجهاد والسير ، باب 280، حديث 417، صفحه 203﴾

"ابو وائل سے روایت ہے کہ ہم جنگ صفین میں شریک تھے تو سہل بن حنیف نے فرمایا، تم اپنی رائے کا قصور سمجھو، صلح حدیبیہ کے وقت ہم بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر تھے ، اگر جنگ کی ضرورت نظر آتی تو جنگ کرنے سے ہم کبھی نہ ٹلتے ، بلکہ اسی دوران عمر ابن خطاب بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے ، یا رسولؐ اللہ ! کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔ عرض کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان

کے جہنم میں نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں! عرض گزار ہوئے ، پھر ہم دین کے بارے میں ان کمزوریوں کو کیوں قبول کریں اور کیوں دبیں؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے اور ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے ، ارشاد فرمایا ، اے ابن خطاب ! میں اللہ کا رسولؐ ہوں ، وہ مجھے کبھی رسوا نہیں کرے گا ، پھر عمر وہاں سے ابوبکر کی خدمت میں پہونچے اور ان سے بھی وہی کچھ کہا جو بارگاہِ رنبوتؐ میں عرض کر چکے تھے ، انہوں نے فرمایا بیشک وہ اللہ کے رسولؐ ہیں ، اللہ تعالیٰ انہیں کبھی رسوا نہیں کرے گا ، اس کے بعد سورۂ فتح نازل ہوئی تو رسولؐ اللہ نے ساری سورت عمر کو پڑھ کر سنائی ، عمر عرض گزار ہوئے ، یا رسولؐ اللہ کیا (صلح حدیبیہ) فتح ہے؟ ارشاد فرمایا ہاں !۔"

نتیجہ : بڑی فکر انگیز روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے کفار سے صلح کی ہے مگر عمر بے چین ہیں ، بجائے اس کے فعلِ رسولؐ کو حکمِ خدا سمجھ کر مطمئین بیٹھے ، بار بار رسولؐ سے پوچھ رہے ہیں کہ ہم حق پر ہیں یا نہیں ، رسولؐ کے جواب کے بعد بھی کہہ رہے ہیں ہم کیوں دبیں؟ وہ رسولؐ کے عمل اور حکمت کو دبنا یعنی بزدلی سمجھ رہے ہیں ، اندازہ لگایئے کہ معرفت رسولؐ میں کس منزل پر ہیں؟ رسولؐ کے جوابات کے بعد بھی ابوبکر سے وہی باتیں کہنا نبوت پر یقین نہیں بلکہ کھلے ہوئے شک کی دلیل ہے اس کے بعد سورۂ فتح سننے کے بعد بھی پوچھنا کہ کیا صلح حدیبیہ فتح ہے؟ یہ سوال واضح کر رہا ہے کہ نبوت تو نبوت آیت پر بھی شک ہے۔

(72): ''معاذ اللہ عورتوں کی خیانت کی ذمہ دار حواؑ ہیں۔''

(جلد۔2 ، کتاب الانبیاء، باب 302، حدیث 557، صفحہ 251)

''ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی خراب نہ ہوتا اور اگر حضرت حواؑ نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند کی خیانت نہ کرتی۔''

نتیجہ : اندازہ لگایا جائے کہ اس روایت سے کیا نتیجہ نکلتا ہے، معاذ اللہ دنیا کی ہر عورت اپنے شوہر سے جو خیانت کرتی ہے (خیانت کی تعریف میں بہت کچھ ہے) اس کی ذمہ دار حضرت حواؑ ہیں۔ بخاری اس حدیث کو لکھ رہے ہیں مگر غور نہیں کر رہے ہیں کہ اگر خیانت کا سبب (معاذ اللہ) حضرت حواؑ ہیں تو حضرت حواؑ کی خلقت کا سبب اللہ ہے ، بخاری صاحب اس روایت کو لکھ کر آخر کیا کہنا چاہتے ہیں؟ میرا سوال یہ ہے کہ عورتیں جو خیانت کرتی ہیں اس کی ذمہ دار کا نام تو بتا دیا، کیا وہ بتائیں گے کہ جو عورتیں اکثر اپنے دیوروں سے برسرِ پیکار ہوتی ہیں ان کی ذمہ دار کون ہے؟

(73): ''رسولؐ کے صحابی مرتد (کافر) ہو جائیں گے۔''

(جلد۔2 ، کتاب الانبیاء ، باب 312، حدیث 574، صفحہ 261)

''ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا 'تمہارا حشر ننگے جسم اور بغیر ختنے کے ہوگا' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ہم نے جیسے پہلے اسے بنایا تھا ویسے ہی پھر کر دیں گے ، یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ ، ہم نے یہ ضرور کرنا ہے (سورۂ انبیاء،

آیت۔۱۰۴) اور قیامت میں جن کو سب سے پہلے ، لباس پہنایا جائے گا ، وہ حضرت ابراہیمؑ ہوں گے اور میرے ساتھیوں میں سے چند لوگوں کو بائیں جانب لے جایا جارہا ہوگا ، میں کہوں گا ، یہ تو میرے ساتھی ہیں ، میرے ساتھی ہیں ، تو کہا جائے گا کہ آپ جب ان سے جدا ہوئے ، یہ اپنی ایڑیوں پھرتے ہوئے راہِ ارتداد اختیار کر گئے تھے ، میں اسی طرح کہوں گا جیسے (حضرت عیسیٰؑ) کے نیک بندے نے کہا 'اور میں ان پر مطلع تھا جب تک ان میں رہا۔۔۔'' (سورۂ مائدہ، آیت۔۱۱۸)

نتیجہ : ہمارے موقف کے لئے اور تلاشِ حق کرنے والوں کے لئے اتنی واضح روایت ہے جسکی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ، بہت صاف لفظوں میں رسولؐ فرمارہے ہیں کہ کچھ لوگ بائیں جانب یعنی جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے ، وہ کوئی اور نہیں رسولؐ کے کچھ صحابی ہوں گے ، حالانکہ مترجم نے لکھا ہے میرے ساتھی ، میرے ساتھی عربی عبارت میں صاف صاف ہے 'اصحابی۔ اصحابی' اور ان کے جہنمی ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ وفاتِ رسولؐ کے بعد وہ کافر ہو کر کفر کی طرف پلٹ گئے تھے ۔ اب بھی محبان صحابہ کی آنکھیں نہ کھلیں تو یقیناً ان کے دلوں پر مہریں لگی ہیں۔

(74): ''معاذ اللہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنا ختنہ خود کیا۔''

(جلد۔2 ، کتاب الانبیاء، باب 312، حدیث 581، صفحہ 264)

''ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: حضرت ابراہیمؑ نے اسی (۸۰) سال کی عمر میں بسولے سے اپنا ختنہ کیا تھا۔''

نتیجہ : میں کئی جگہ تحریر کر چکا ہوں کہ ہر وہ روایت جس میں کسی نہ کسی نبی کی توہین کا پہلو ہو یا دین کی تضحیک کا پہلو اس کے راوی نہ جانے کیوں ابوہریرہ ہی نکلتے ہیں ، اسی روایت کو دیکھیں کہ ۸۰ سال کے سن میں حضرت ابراہیمؑ اپنا ختنہ معاذ اللہ اپنے ہاتھوں سے کر رہے ہیں اور تماشہ یہ ہے کہ ختنے کا اوزار بھی بسولہ ہے جسے کھرپی بھی کہتے ہیں ، شاباش ابوہریرہ ! ۔

(75): ''حضرت ابراہیمؑ اور تین جھوٹ۔''

﴿جلد 2 ، کتاب الانبیاء ، باب 312 ، حدیث 583 ، صفحہ 264﴾

''ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: حضرتِ ابراہیمؑ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ، ماسوائے تین مواقع کے (یعنی بظاہر ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ نے جھوٹ بولا ہو)۔''

نتیجہ : پھر ابوہریرہ اور توہینِ پیغمبرؐ ، کبھی موقعہ ملے تو صرف ایک ایسی کتاب لکھی جا سکتی ہے جس میں صرف وہ روایتیں ہوں جن کے راوی ابوہریرہ ہیں ، تب جو تصویرِ دین اور تصویرِ انبیاء سامنے آئیں گی وہ قابلِ دید ہوگی۔ بہر حال اس روایت کو پڑھ کر فیصلہ کیجئے کہ اب حضرت ابراہیمؑ کو اللہ کا معصوم نبی مانا جائے یا تین جھوٹوں کو۔

(76): ''درود میں صرف آلِ محمدؐ شریک محمدؐ ہیں۔''

﴿جلد 2 ، کتاب الانبیاء ، باب 313 ، حدیث 595 ، صفحہ 273-74﴾

''عبدالرحمن بن ابولیلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے کعب بن عجرہ ملے تو میں نے کہا ، کیا میں تمہیں ایسا تحفہ نہ دوں جو میں نے نبی کریمؐ سے سنا ہے ، کہنے لگے ضرور مجھے ایسا تحفہ دیجئے ، فرمایا ، ہم نے رسولؐ اللہ سے سوال کیا ، یا رسولؐ اللہ ! آپ پر اہل بیت سمیت ہم کیسے درود بھیجا کریں ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر سلام عرض کرنے کا طریقہ تو بتا دیا ہے ، فرمایا ، تم یوں کہا کرو: اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ آلِ ابراھیم ، انک حمید مجید ، اللھم بارک علیٰ محمد و علیٰ آلِ محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم و علیٰ آلِ ابراھیم انک حمید مجید۔''

نتیجہ : حالانکہ اس سے پہلے کی حدیث نمبر ۔۵۹۴ میں روایت میں کوشش کی گئی ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ درود میں نبی کی ازواج بھی شریک ہیں مگر یہ انتظام قدرت ہے کہ اس حدیث میں بھی آلِ محمدؐ ہے اور اس میں بھی آلِ محمدؐ ، مگر ازواج کا ذکر ہے اس میں نہیں ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ محبان عائشہ و حفصہ نے کوشش کی کہ ازواج کو شامل درود دکھائیں لیکن اس روایت میں کہیں لفظ ازواج نہیں ہے صرف لفظ محمدؐ اور آل محمدؐ ہے۔ دوسرے صاحبان عقل غور کر سکتے ہیں درود میں آلِ محمدؐ کے ساتھ ازواج محمدؐ یا اصحاب محمدؐ اسی وقت شامل ہو سکتا تھا جب علیٰ آلِ ابراہیم کے ساتھ ازواج ابراہیم یا

اصحاب ابراہیم ہوتا۔

(77): ''معاذ اللہ جبرئیل نے نبیؐ کو شراب پیش کی۔''

﴿جلد 2، کتاب الانبیاء، باب 327، حدیث 619، صفحہ 283﴾

''ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: شبِ اِسرا میں نے حضرتِ موسیٰؑ کو دیکھا وہ ایک دبلے پتلے اور سیدھے بالوں والے تھے، گویا وہ قبیلۂ شنوٗ کے ایک فرد ہیں۔ اور میں نے حضرت عیسیٰؑ کو دیکھا کہ وہ میانہ قد اور سرخ رنگ کے ہیں، گویا ابھی حمام سے نکلے ہیں، اور حضرت ابراہیمؑ کی ساری اولاد میں ان کے مشابہ میں زیادہ ہوں، پھر میرے سامنے دو پیالے لائے گئے، ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب۔ جبرئیل نے کہا، جو دل چاہے نوش فرمائیں، میں نے دودھ والا پیالہ اُٹھا کر پی لیا، کہنے لگے، آپ نے فطرت کو اختیار فرمایا ہے اگر شراب پیتے تو آپکی امت گمراہ ہو جاتی۔''

نتیجہ : قارئین غور کر رہے ہوں گے ہر روایت جس میں، موسیٰؑ کی برہنگی کا ذکر ہو، یا حضرایوبؑ کے برہنہ ہو کر نہانے کا یا حضرت ابراہیمؑ اور تین جھوٹوں کا یا انکے ختنے کا یا ایک نبی کے چیٹیوں کی پوری قوم کو جلانے کا ذکر، غرض کہ ایسا جتنا بھی ہے اس کے راوی ابو ہریرہ ہیں یعنی اگر انبیاء کی توہین والی روایت سننا ہے تو بے فکر ہو کر ابو ہریرہ صاحب کے پاس تشریف لایئے اور انبیاء کا مضحکہ اُڑوایئے۔ اس روایت میں رہی سہی کسر پوری ہو گئی کہ جبرئیل آخری نبیؐ کے سامنے دودھ اور شراب پیش ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ دعوت دے رہے ہیں کہ جو کچھ چاہے پی لیجئے۔ اب اگر تاریخ میں، ابو ہریرہ اور ان جیسوں پر یقین

کرنے والے شراب پی کر نماز پڑھاتے نظر آئیں تو حیرت نہیں ہے کیونکہ جیسا پیر ویسا مرید۔

(78): ''حضرت موسیٰؑ نے ملک الموت کو گھونسہ مارا۔''

﴿جلد 2، کتاب الانبیاء، باب 333، حدیث 631، صفحہ 291﴾

''ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ جب ملک الموت کو حضرت موسیٰؑ کے پاس بھیجا گیا تو انہوں نے مُکا مارا، وہ بارگاہِ رب العزت کی طرف لوٹے اور عرض گزار ہوئے، تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا، فرمایا پھر جاؤ اور کہو کہ اپنا ہاتھ کسی بیل پر پھیرئے تو آپ کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے ہر بال کے بدلے ایک سال مل جائے گا، یہ عرض گزار ہوئے، اے رب پھر کیا ہوگا؟ فرمایا، پھر موت۔ عرض کی، تو ابھی آجائے، راوی کا بیان ہے، انہوں نے دعا کی کہ مجھے ارضِ مقدس سے اتنا نزدیک کر دیا جائے کہ جہاں تک پتھر پھینکا جا سکے، ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو تمھیں ان کی قبرِ مبارک راستے کے قریب سرخ ٹیلے کے نیچے دکھا دیتا، ابو ہریرہ سے یہ دوسری سند کے ساتھ بھی مروی ہے۔''

نتیجہ : پھر ابو ہریرہ اور ملک الموت کا حضرت موسیٰؑ کا گھونسا کھانا، حالانکہ میرا موضوع ابو ہریرہ نہیں ہیں مگر ایک کے بعد ایک ایسی ہی روایت سامنے آجاتی ہے کہ جس میں کبھی نبی کا مزاق کبھی حواؑ کی توہین کبھی ہم نے خدا کی خلاف ورزی کبھی ملک الموت کی پیٹائی اور سب کے راوی وہی ابو ہریرہ اور وہی ابو ہریرہ۔ اہل فکر کا کیا کہیں گے اس صحیح

بخاری کے لئے جس کا دارومدار ابو ہریرہ جیسے راوی کے کاندھے پر ہے۔''

(79): ''حضرت آدمؑ اور حضرت موسیٰؑ میں بحث۔''

﴿جلد 2 ، کتاب الانبیاء، باب 333، حدیث 633، صفحہ 292﴾

''ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: حضرت آدمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان بحث چھڑ گئی، حضرت موسیٰؑ نے کہا آپ وہی حضرت آدمؑ تو ہیں جن کی لغزش نے انہیں جنت سے نکالا، حضرت آدمؑ نے کہا، آپ وہی موسیٰؑ تو ہیں جن کو اللہ نے اپنی رسالت اور کلام کے لئے چنا، پھر بھی آپ مجھے ایسی بات پر ملامت کر رہے ہیں جو میری پیدائش سے بھی پہلے مقدر فرما دی گئی تھی، رسولؐ اللہ نے دو مرتبہ فرمایا: اس بحث میں حضرت آدمؑ حقیقت میں حضرت موسیٰؑ پر غالب رہے۔''

نتیجہ: پڑھا آپ نے! حضرت موسیٰؑ، حضرت آدمؑ پر طنز کر رہے ہیں وہ حضرت موسیٰؑ پر طعن کر رہے ہیں اور پیغمبر آخر معاذ اللہ فیصلہ دے رہے ہیں کہ موسیٰؑ ہار گئے آدمؑ جیت گئے، واہ رے ابو ہریرہ صاحب! ارے اتنا اور بتا دیتے کہ حضرت آدمؑ جب حضرت موسیٰؑ سے ہزاروں برس پہلے انتقال کر گئے تھے اور حضرت موسیٰؑ جو حضرت آدمؑ کے ہزاروں برس بعد پیدا ہوئے تھے تو یہ دونوں کہاں اور کیسے مل بیٹھے وہ بھی بحث کرنے کے لئے، ابو ہریرہ نہ سہی امام بخاری وضاحت کر دیتے، امام بخاری نہ سہی محبانِ بخاری بتائیں کہ ایسا ہوا تو کیسے ہوا، نہیں ہوا تو صحیح بخاری بعد از کلامِ باری کیسے؟

(80): ''امام حسنؑ شبیہِ رسولؐ۔''

﴿جلد 2 ، کتاب المناقب، باب 376، حدیث 755، صفحہ 339﴾

''حجیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ کو دیکھا ہے اور امامِ حسن کی شکل و صورت آپ جیسی ہے۔''

نتیجہ: اس کو کہتے ہیں حق کا سر پر چڑھ کر بولنا ورنہ کہاں اس طرح کی روایتیں اور کہاں صحیح بخاری، یہ حقیقت ہے کہ امام حسنؑ کو شبیہِ رسول تسلیم کیا گیا اب فیصلہ کیا جائے کہ جو شبیہِ رسولؐ سے جنگ کرے یا ان کے جنازے پر تیر چلوائے اس کو کیا کہا جائے گا۔

(81): ''زیارتِ قبر جائز ہے۔''

﴿جلد 2 ، کتاب المناقب، باب 378، حدیث 798، صفحہ 354﴾

''ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی، جب تک ایسی قوم سے تمہاری لڑائی نہ ہو جائے جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے، اور جب تک ترکوں سے نہ لڑو، جن کی آنکھیں چھوٹی، چہرے سرخ، ناکیں چپٹی اور چہرے ایسے ہوں گے جیسے اوپر نیچے ڈھالیں اور اس وقت تم جس کو بہترین آدمی شمار کرو گے وہ حکمران بننے سے بہت ہی نفرت کرتا ہوگا ماسوائے اس کے کہ اس میں پھنس جائے اور لوگ کانوں کی طرح ہیں جو دورِ جاہلیت میں اچھے تھے وہی عہد اسلام میں اچھے ہیں اور تم میں سے کسی پر ایسا وقت بھی آئے گا کہ اس کے لئے میری زیارت اپنے مال و جان کی طرح ہر چیز سے عزیز ترین ہوگی۔''

نتیجہ : روایت تو پھر ابو ہریرہ صاحب کی ہے اور اُسی صحیح بخاری میں ہے جو ہمارے لئے نہ کبھی سند بنی ہے نہ کبھی بنے گی، مگر صحیح بخاری کو کلام باری کے بعد معتبر ماننے والے اس روایت کو پڑھنے کے بعد بھی کیا نبیؐ اور ان کی آلؑ کی قبروں کی زیارت کو حرام قرار دیں گے اگر ایسا کریں گے تو صحیح بخاری کے خلاف ہوگا کیوں کہ حضورؐ فرما رہے ہیں کہ کچھ ایسے ہوں گے جن کی نظر میں میری زیارت جان و مال سے زیادہ عزیز ہوگی اور یہ بات اپنی حیات کے لئے نہیں بلکہ قیامت سے پہلے کے لئے فرما رہے ہیں، بہر حال زیارت حرام ہوتی تو حضورؐ صاف لفظوں میں کہتے کہ ایسا کرنے والے گناہگار ہوں گے، خیر اس روایت میں ایک خاص جملہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ دورِ جاہلیت میں اچھے تھے وہی عہد اسلام میں اچھے ہیں یعنی جاہلیت کے دور میں جو اچھا تھا وہی اسلام قبول کرنے کے بعد اچھا رہا جو برا تھا وہ مسلمان ہونے کے بعد بھی برا رہا۔ اب ابو سفیان کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو دورِ جاہلیت میں بھی بد کردار تھا اور اعلان اسلام کے بعد نبیؐ سے برسرِ پیکار بھی رہا، اور اسی طرح عمر ابن خطاب کے لئے کیا کہا جائے کہ انہوں نے اپنے بہن اور بہنوئی کو قرآن پڑھتے دیکھ کر اتنا مارا کہ وہ لوگ لہولہان ہو گئے اور پھر نبیؐ کے قتل کے ارادہ سے آئے مگر مسلمان ہو گئے، یہ سب کیسے ہوا، جب کہ نبی کہہ رہے ہیں کہ جو دورِ جاہلیت میں اچھا تھا وہی عہد اسلام میں اچھا ہے؟

(82): ''مولا علیؑ سے جنگ کرنے والے اسلام سے خارج ہیں۔''

﴿جلد 2، کتاب المناقب، باب 378، حدیث 816، صفحہ 361﴾

''حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں، کہ جب میں تم سے رسولؐ اللہ کی کوئی حدیث بیان کرتا ہوں تو آسمان سے گرنا اس بات کی نسبت زیادہ پسند ہے کہ آپ کی جانب کسی بات کی غلط نسبت کروں جس کا تعلق میرے اور تمہارے جھگڑے سے ہے تو لڑائی دھوکا ہے، میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ آخری زمانے میں ایک ایسی قوم آئے گی جو عمر کے لحاظ سے چھوٹے اور میزانِ عقل پر کھوٹے ہوں گے، وہ سرورِ کائنات کی حدیثیں بیان کریں گے لیکن اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر، ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، تم جہاں بھی انہیں پاؤ وہیں قتل کر ڈالو کیوں کی قیامت کے روز ان کے قاتل کو ثواب ملے گا۔''

نتیجہ : اوپر جو حدیث پیش کی گئی ہے وہ حدیث نمبر ۸۱۶ ہے اس سے پہلے کی حدیث ۔ ۸۱۵ کو بھی پڑھنے والے اگر پڑھیں تو وہ افراد جو حضرت علیؑ سے لڑے، ان کی حقیقتِ اسلام با آسانی سامنے آجاتی ہے، دونوں روایتوں کے مطابق ایسے لوگ نمازی بھی ہوں گے، قاریانِ قرآن بھی ہوں گے اور رسولؐ کی حدیثوں کو بیان کرنے والے ہوں گے مگر وہ اسلام سے خارج ہوں گے۔ دونوں روایتوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ یہی لوگ حضرت علیؑ سے لڑے۔ حدیث نمبر ۸۱۵ میں ابو سعید خدری نے گواہی بھی دی ہے کہ میں گواہ ہوں کہ حضرت علیؑ نے ان لوگوں سے جنگ لڑی ہے۔ کن لوگوں سے جو کہ کلمہ گو

بھی تھے نمازی بھی، قاری بھی اور محدث بھی تھے مگر اسلام کے دائرے سے خارج تھے، وہ کون تھے؟ جن سے حضرت علیؑ نے بعد وفاتِ رسولؐ جنگ کی اب ڈھونڈھیے کہ جمل ،صفین اور نہروان کے فوجی کون تھے اور ان کے کمانڈر کون تھے جو بھی تھے اسلام کے دائرہ سے خارج تھے۔

(83): ''رسولِ خداؐ کا علمِ غیب اور گریہ۔''

﴿جلد 2 ، کتاب المناقب، باب 378، حدیث 832، صفحہ 368﴾

''انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے حضرت جعفرؓ اور حضرت زیدؓ کی خبر آنے سے پہلے ان کی شہادت کے بارے میں بتا دیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔''

نتیجہ : یہ روایت منکرین علم غیب اور منکرین گریہ بر حسینؑ دونوں کے منھ پر تماچہ ہے۔ اس روایت سے یہ ثابت ہے کہ نبیؐ نے حضرت جعفرؓ اور زیدؓ کی شہادت سے پہلے ان کی شہادت کی خبر دی جو اس بات کی دلیل ہے کہ نبیؐ اور امام کو علم غیب ہوتا ہے۔ اور پھر نبیؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونا بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جب شہادت سے پہلے رونا جائز ہے تو امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ان پر رونا حرام کیسے ہوسکتا ہے۔

(84): ''ہیبتِ فاروقی اور فرارِ شیطان۔''

﴿جلد 2 ، کتاب المناقب، باب 388، حدیث 880، صفحہ 388﴾

''سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ عمر ابن خطاب نے رسولؐ اللہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی اور اس وقت آپ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں گفتگو کر رہی تھیں اور گفتگو بھی خوب اونچی آواز سے کر رہی تھیں، جب عمر ابن خطاب نے اجازت طلب کی تو وہ اُٹھ کھڑی ہوئیں اور پردے میں چلی گئیں، پھر رسولؐ اللہ مسکرانے لگے، عمر عرض گزار ہوئے یا رسولؐ اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کے دندان مبارک کو تبسم ریز رکھے، نبی کریمؐ نے فرمایا ، میں ان عورتوں پر حیران ہوں جو میرے پاس تھیں کہ جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو پردے میں چھپ گئیں، عمر عرض گزار ہوئے، یا رسولؐ اللہ! آپ زیادہ حق دار ہیں کہ آپ سے ڈریں، پھر عمر نے فرمایا، اے اپنی جان کی دشمنوں! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسولؐ اللہ سے نہیں ڈرتیں، عورتوں نے جواب دیا ہاں، آپ رسولؐ اللہ سے سخت گیر اور سخت دل ہیں، پھر رسولؐ اللہ نے فرمایا اے ابن خطاب! اس بات کو چھوڑو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتا ہوا دیکھتا ہے تو تمہارے راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔''

نتیجہ : ملاحظہ کیا آپنے اب فیصلہ بھی کیجئے کہ عورتوں کا عمر سے ڈرنا تو ان کی سخت دلی کا ثبوت ہے اور قرآن میں مومن کی پہچان یہ ہے کہ مومن، مومن یا مومنہ کے لئے سخت دل نہیں ہوتا۔ نہ جانے وہ عورتیں مومنہ نہیں تھیں یا فاروق ایمان سے دور تھے خیر عورتوں کا

ڈرنا تو فاروق میاں کی ہیبت کا ثبوت ہے (مگر نہ جانے کیوں یہ ہیبت میدانِ جنگ میں خود ان کے ساتھ کہاں فرار ہو جاتی تھی) لیکن شیطان کا ان کو دیکھ کر راستہ بدلنا سمجھ میں نہیں آتا کیوں کہ جو شیطان اللہ سے نہیں ڈرا وہ اگر عمر کے خوف سے راستہ بدل رہا ہے تو پھر فاروق میاں، صرف رسولؐ ہی نہیں بلکہ اللہ سے بھی زیادہ حق دارِ اقتدار ہیں ورنہ شیطان کا راستہ بدلنا صرف ایک ہی بات پر دلالت ہے اور وہ یہ ہے کہ جس راستے پر فاروق میاں چل رہے ہوں اس پر شیطان کے چلنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

(85): ''رسولؐ نے حضرت علیؑ کو حضرت ہارونؑ سے تشبیح دی۔''

﴿جلد۔2، کتاب المناقب، باب 391، حدیث 903، صفحہ 403﴾

سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔''

نتیجہ: صحیح بخاری میں اس روایت کے بعد حضرت علیؑ نبیؐ کے خلیفہ بلا فصل ہیں اس پر شک کرنا سوائے حماقت کے اور کیا ہے؟ رسولؐ اپنے کو موسیٰؑ جیسا اور حضرت علیؑ کو موسیٰؑ کے وصی حضرت ہارونؑ جیسا کہہ رہے ہیں۔ اب جیسے موسیٰؑ اور ہارونؑ کے بیچ میں کوئی خلیفہ نہیں مانا جا سکتا ویسے ہی مولا علیؑ کو نبی کے فوراً بعد خلیفہ مانا جائیگا، یہ روایت بہت واضح دلیل ہے کہ حضرت علیؑ ہی جانشین رسولؐ ہیں۔

(86): ''حضرت فاطمہؑ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔''

﴿جلد۔2، کتاب المناقب، باب۔394، صفحہ۔405﴾

''رسولِ خداؐ کی قرابت کے فضائل اور نبی کریم کی لختِ جگر حضرت فاطمہ زہرا علیہ السلام کے مناقب اور آپؐ نے فرمایا ہے کہ: فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔''

نتیجہ: اوپر لکھا ہوا پیراگراف صحیح بخاری کے کتاب المناقب کے باب کے ذیل میں لکھا ہے اور اس میں ایک حدیث بھی ہے اس کے بعد سے فضائلِ حضرت فاطمہ زہراؑ کے سلسلے کی روایات اور احادیث درج ہیں۔ اس کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ قارئینِ صحیح بخاری کے اس باب مناقب کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ کیا اس میں حضرت فاطمہ کے علاوہ نبیؐ کی کسی اور بیٹی کا بھی ذکر ہے یا نہیں۔ تو وہ پائیں گے کہ اس کتابِ مناقب میں بی بی فاطمہؑ کے سوا کسی اور نبی کی بیٹی کا ذکر نہیں ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ کوئی اصل بیٹی نہیں تھی، یہ الگ بات ہے کہ نقلی بنائی گئیں مگر کسی کی فضیلت میں بخاری صاحب جیسے بھی کوئی حدیث ابو ہریرہ جیسے سے بھی نہ لکھوا پائے۔''

(87): ''ابو بکر کا اقرار کہ رضائے رسولؐ، اہل بیتؑ کی محبت ہے۔''

﴿جلد۔2، کتاب المناقب، باب 394، حدیث 908، صفحہ 405﴾

''عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہؑ نے ابو بکر صدیق کے پاس آدمی بھیج کر نبیؐ کریمؐ کے مال سے میراث کا مطالبہ کیا، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو فئے کے طور پر مرحمت فرمایا تھا اور وہ جو نبیؐ نے صدقہ فرمایا ہوا تھا جیسے مدینہ کی کچھ زمین، باغ فدک اور

خیبر کے خمس سے جو باقی بچا تھا، ابوبکر نے جواب دیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ ہمارا وارث کوئی نہیں بلکہ ہم جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے، آلِ محمدؐ اسی مال سے کھائیں گے یعنی اللہ کے مال سے، لیکن کھانے کی ضرورت سے زیادہ نہیں لیں گے، خدا کی قسم نبیؐ کریم کا صدقہ فرمایا ہوا مال جس طرح آپ کے عہد مبارک میں خرچ ہوتا تھا میں اس میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں کروں گا اور میں اسی طرح عمل کروں گا جس طرح رسول اللہؐ نے کیا، پھر حضرت علیؑ بھی آگئے اور انہوں نے فرمایا اے ابوبکر! ہم آپ کی فضیلت کو پہچانتے ہیں پھر رسول اللہؐ سے اپنی قرابت کا ذکر فرمایا اور حق کا، تو ابوبکر نے کہا: قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، مجھے رسول اللہ کی قرابت اس سے زیادہ عزیز ہے کہ اپنی قرابت سے اچھا سلوک کروں، ابوبکر نے فرمایا ہے کہ محمد رسول اللہؐ کی رضا مندی آپکے اہل بیتؑ کی محبت میں ہے۔"

نتیجہ: اس طرح کی روایت صحیح بخاری میں کئی جگہوں پر ہے اور ہم اس سے پہلے بھی اس طرح کی روایت لکھ چکے ہیں جس میں خود حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ابوبکر سے فدک کا تقاضہ کیا ہے اس روایت کو دوبارہ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس روایت سے پہلے حدیث ہے کہ بی بی فاطمہؑ جنتی عورتوں کی سردار ہیں، سوال یہ ہے کہ رسولؐ جس کو جنتی عورتوں کی سردار کہیں اس کے لئے یہ سوچنا بھی کفر ہوگا کہ وہ کوئی غلط دعویٰ کریں گی۔ اگر فدک وغیرہ صدقہ ہوتا، تو وہ کبھی دعویٰ ہی نہ کرتیں۔ دوسرے اگر فدک صدقہ تھا تو ابوبکر کو غلط فرمانِ رسولؐ (نبی کسی کو وارث نہیں بناتے) کے بجائے اس حدیث کو پیش کرنا چاہئے تھا جو صحیح بخاری میں بھی موجود ہے کہ "صدقہ آلِ محمد پر حرام ہے۔" اہل عقل غور

کریں کہ اگر فدک صدقہ تھا تو ابوبکر نے اس حدیث کا حوالہ کیوں نہیں دیا۔ تیسرے اس روایت کو پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس میں ابوبکر نے یہ اقرار کیا ہے کہ رسولؐ کی رضا مندی اہل بیتؑ سے محبت کرنے میں ہے ان کے ناراض کرنے میں نہیں۔ کیا امام بخاری یا ان کے ماننے والے ثابت کر پائیں گے کہ ابوبکر کا یہ فیصلہ بی بی فاطمہؑ کی محبت میں ہوا یا عداوت میں چوتھی بات یہ ہے کہ یہ تو طئے ہے کہ ابوبکر کے اس عمل سے حضرت فاطمہؑ ناراض ہوئیں۔ ہم اس سے پہلے عائشہ کی روایت کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ بی بی فاطمہ کو ابوبکر پر غصہ آیا اور انہوں نے اپنی وفات تک ابوبکر سے بات نہیں کی، اب بی بی فاطمہؑ کے غیظ اور ناراضگی کی کیا اہمیت ہے آگے ملاحظہ کیجئے۔

(88): "جس نے بی بی فاطمہ کو غیظ دلایا اس نے رسول کو غیظ دلایا۔"

﴿جلد 2، کتاب المناقب، باب 394، حدیث 909، صفحہ 6-405﴾

"مسور بن مخزومہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: فاطمہؑ میرے جسم کا حصہ ہے، جس نے اسے غصہ دلایا اس نے مجھے غصہ دلایا۔"

(نوٹ: یہ روایت آگے حدیث۔ ۹۵۴ پر بھی موجود ہے وہاں غصہ کی جگہ ناراض کا لفظ ہے۔)

نتیجہ: ہم مقصد تک پہنچ گئے اب اوپر کی روایتوں اور اس حدیث کو پڑھنے کے بعد طے ہے کہ ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو غصہ نہیں دلایا بلکہ پیغمبر اسلام کو غصہ دلایا ہے۔ ظاہری بات ہے غصہ دلانا اذیت دینا ہے۔ یعنی ابوبکر نے بی بی فاطمہ کو غصہ دلا کر رسولؐ کو اذیت دی ہے۔ اب قرآن مجید میں سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۷ میں ارشاد ہے کہ جو

لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر لعنت بھی ہے اور ان کے لئے عذابِ جہنم بھی ہے۔

(89): ”دربارِ ابن زیاد میں فضیلتِ امام حسینؑ۔“

﴿جلد 2 ، کتاب المناقب، باب 405، حدیث 936، صفحہ 414﴾

”انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جب حضرتِ امام حسینؑ کا سرِ مبارک تشت میں رکھ کر عبید اللہ ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ ٹھونگے مارنے لگا (اللہ کی لعنت ہو) اور آپ کے حسن و جمال پر نکتہ چینی کی، انس نے فرمایا کہ وہ تو رسولؐ اللہ کے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور امامِ عالی مقام نے وسمہ کا خضاب کیا ہوا تھا۔“

نتیجہ : اللہ لعنت کرے ابن زیاد ملعون پر، اس روایت کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک طبقہ یزید کی وکالت میں یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ وہ واقعہ کربلا اور مصائب امام حسینؑ تک کا انکار کرنے سے نہیں چوکتا، چنانچہ ایک اہل حدیث نے مجھ سے اسی بارے میں گفتگو کی تو میں نے یہی روایت دکھائی کہ اگر ایسا نہیں تھا تو سرِ مبارک امام حسینؑ دربارِ ابن زیاد میں کیسے پہنچ گیا اس کے آگے بھی ایک روایت ہے اس کو بھی مناسب ہے کہ یہیں پر درج کر دیا جائے۔

(90): ”ابن عمر کی زبانی شہادتِ امام حسینؑ اور اقرارِ عظمتِ حسنینؑ۔“

﴿جلد 2 ، کتاب المناقب، باب 405، حدیث 941، صفحہ 415﴾

”ابن ابو نعیم فرماتے ہیں کہ کسی نے عبداللہ بن عمر سے حالتِ احرام کے متعلق دریافت کیا، شعبہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں مکھی مارنے کے بارے میں پوچھا تھا، ابن عمر نے فرمایا کہ اہل عراق مکھی مارنے کا حکم پوچھتے ہیں اور انہوں نے رسولؐ اللہ کے نواسے کو شہید کر دیا تھا، حالانکہ نبیؐ کریمؐ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں یہ میرے دو پھول ہیں۔“

نتیجہ : اس روایت کو بھی لکھنے کا وہی مقصد ہے جو اوپر والی روایت کا ہے سوال یہ ہے کہ اگر واقعہ کربلا نہیں ہوا تھا اور اہل عرااق اور شام نے امام حسین کو شہید نہیں کیا تھا تو امام بخاری صاحب جیسے محقق نے ان روایتوں کو اپنی کتاب میں کیوں جگہ دی۔

(91): ”لحاف میں نزولِ وحی۔“

﴿جلد 2 ، کتاب المناقب، باب 414، حدیث 962، صفحہ 420﴾

”عروہ فرماتے ہیں کہ لوگ رسولؐ خدا کی خدمت میں ہدیہ، عائشہ کی باری کے روز پیش کرتے تھے، اس پر تمام ازواج حضرت ام سلمہؓ کے پاس جمع ہوئیں اور کہنے لگیں: اے ام سلمہؓ! خدا کی قسم لوگ ہدیہ بارگاہِ رسالت میں اس روز پیش کرتے ہیں جب عائشہ کے یہاں باری ہوتی ہے، حالانکہ مال کی ہمیں بھی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح عائشہ کو ہے، لہٰذا آپ رسولؐ اللہ کی خدمت میں عرض کریں کہ رسولِ خدا لوگوں کو یہ حکم فرما

دیں کہ میری خدمت میں ہدیہ پیش کر دیا کرو خواہ میں کسی جگہ یا کسی مکان میں ہوں، پس حضرت ام سلمہؓ نے نبی کریمؐ سے اس بات کا ذکر دیا، تو آپ نے منہ پھیر لیا، جب انہوں نے دو تین مرتبہ یہ بات دہرائی تو آپ نے فرمایا: اے ام سلمہؓ! مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف نہ پہنچاؤ، کیوں کہ خدا کی قسم، عائشہ کے سوا تم میں سے کسی کے لحاف کے اندر مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔"

نتیجہ: آپ اس روایت کو پڑھ کر رسولؐ اللہ کے لئے کیا نتیجہ نکالیں گے؟ معاذ اللہ ایک طرف پیغمبرؐ دوسروں کو اپنی ازواج کے ساتھ مساوات کا حکم دے رہے ہیں، دوسری طرف اپنی ساری بیویوں کے اوپر عائشہ کو ترجیح دے رہے ہیں، ترجیح دینے کا جو سبب بیان کیا گیا ہے اس کو مجھے لکھتے ہوئے بھی خوف آتا ہے، معاذ اللہ رسولؐ فرما رہے ہیں ان کے سوا کسی اور کے لحاف کے اندر وحی نازل نہیں ہوئی۔

محشر میں مجھے جبرئیل ملے تو پوچھا جائے گا کہ تمہیں کوئی اور موقعہ نہیں ملتا تھا وحی لے جانے کا۔ (استغفر اللہ!) غور کیجئے اس روایت پر کہ لوگ تحفے اسی دن دیتے تھے جب رسولؐ عائشہ کے یہاں ہوتے تھے، تو یہ تحفے رسولؐ کی محبت میں نہیں عائشہ کی محبت میں آتے تھے ویسے میں ہوتا تو حضرت ام سلمہؓ سے کہتا کہ آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ حضرت عائشہ کو مال دنیا کی آپ سے زیادہ ضرورت ہے انہیں ابھی حضرت علیؑ کے خلاف لشکر جمع کرنا ہے، اور لشکر کے لئے اخراجات کی بھی تو ضرورت پڑتی ہے۔

(92): "حضرت خدیجہؓ کی عظمت۔"

﴿جلد۔2، کتاب المناقب، باب 434، حدیث 1003، صفحہ 434﴾

"حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: اپنے زمانے کی سب سے بہترین عورت مریمؑ ہیں اور اپنے زمانے کی سب سے بہترین عورت خدیجہؓ ہیں۔"

نتیجہ: بہت مختصر لیکن بہت ہی قابل فکر حدیث بخاری صاحب کو تحریر کرنی ہی پڑی جس میں حضرت خدیجہؓ کو موازنہ حضرت مریمؑ سے ہوا ہے۔ ظاہر سی بات ہے جب حضرت خدیجہؓ حضرت مریم کی ہم پلہ ہیں اس حدیث کے مطابق تو ماننا پڑے گا کہ جیسے مریم پر کسی غیر مرد کا سایہ نہیں پڑا ویسے ہی حضرت خدیجہؓ کا بھی سوائے پیغمبرؐ اسلام کے کسی اور سے عقد نہیں ہوا تھا۔ جیسے حضرت مریم دیگر فضیلتوں کے علاوہ اس لئے بھی محترم ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰؑ جیسے معصوم نبی کی ماں ہیں، اسی طرح حضرت خدیجہؓ بھی دیگر فضیلتوں کے علاوہ حضرت فاطمہؑ جیسی معصومہ کی ماں ہیں۔

(93): "حضرت خدیجہؓ سے عائشہ کا حسد۔"

﴿جلد۔2، کتاب المناقب، باب 434، حدیث ۔1006، صفحہ 434﴾

"عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے نبی کریمؐ کی کسی زوجۂ مطہرہ پر اتنا رشک نہیں آتا جتنا حضرت خدیجہ پر، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہیں ہے لیکن نبی کریمؐ اکثر ان کا ذکر فرماتے رہتے ہیں اور جب آپ کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے اعضاء کو علحدہ علحدہ

کر کے انہیں حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی ملنے والی عورتوں کے لئے بھیجتے میں اتنا عرض
کر دیتی کہ دنیا میں کیا حضرت خدیجہؓ کے سوا اور کوئی عورت نہیں ہے تو آپ فرماتے، ہاں!
وہ ایسی ہی یگانۂ روزگار تھی اور میری اولاد بھی ان سے ہے۔"

نتیجہ : اتنی واضح روایت کی اور وضاحت کرنا فضول ہے مگر اتنا تحریر کرنا ضروری
ہے کہ عائشہ پوچھتی تھیں کہ کیا ان کے سوا کوئی اور عورت نہیں ہے تو نبی صاف صاف اعلان
فرماتے تھے کہ بیشک وہ (خدیجہؓ) ایسی ہی تھیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ عقیدت
مندوں نے بھلے ہی یہ ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے کہ رسول کی نظر میں
سب سے عزیز اور محبوب عائشہ تھیں، مگر خود عائشہ گواہ ہیں کہ وہ خود حضرت خدیجہؓ سے حسد
اسی لئے کرتی تھیں کہ رسول کی نظر میں محبوب ترین اور عزیز ترین عورت حضرت خدیجہؓ
تھیں، اور اس کا سبب بھی نبیؐ نے بتایا کہ ان کی اولاد خدیجہؓ سے ہے، اس سے یہ بھی
اندازہ ہوتا ہے کہ اپنی اولاد اتنی عزیز تھی کہ وہ اسی کو عزیز سمجھتے تھے جو اس کی اولاد یعنی
حضرت فاطمہ کی ماں تھیں۔ اسی طرح کی کئی روایتیں عظمتِ خدیجہؓ اور ان سے حسدِ
عائشہ کے سلسلہ میں آگے بھی ہیں مگر ان کو طوالت کے خوف سے ترک کیا جاتا ہے۔

(94): "حضرت ابوطالبؑ کے سامنے جھوٹی قسم کھانے والوں کا انجام۔"

﴿جلد 2، کتاب المناقب، باب 441، حدیث 1027، صفحہ 442﴾

"ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قسامت کا پہلا واقعہ بنی ہاشم ہی میں واقع ہوا تھا۔
ہوا یوں کہ بنی ہاشم کے کسی فرد کو ایک شخص نے مزدور رکھا، جو قریش کی دوسری شاخ سے

تھا، تو یہ اس کے اونٹ پر اس کے ساتھ جا رہا تھا تو ان کے پاس سے بنی ہاشم کا کوئی دوسرا
فرد گزرا جس کے غلہ کی بوری کا بندھن ٹوٹ گیا تھا، اس نے مزدور سے کہا کہ ایک بندھن
دیکر میری مدد کر دو تا کہ میں اپنی بوری باندھ لوں اور اونٹ نہ بھاگ سکے، اس نے بندھن
دے دیا، اس نے اپنی بوری باندھ لی، جب انہوں نے پڑاؤ ڈالا تو ایک کے سوا سب
اونٹوں کے گٹے باندھ دئے، قریشی نے ہاشمی سے کہا دوسرے اونٹوں کی طرح اس اونٹ کو
نہیں باندھا گیا؟ اس نے جواب دیا کہ رسّی نہیں ہے، اس نے پوچھا کہ رسّی کہاں گئی؟ اس
نے واقعہ بیان کر دیا تو غصہ میں اس نے ایسی لاٹھی ماری کہ ہاشمی مرنے لگا، پھر اس کے
پاس سے یمن کا رہنے والا گزرا تو ہاشمی نے اس سے پوچھا: کیا تم ہر سال حج کے لئے جاتے
ہو؟ اس نے جواب دیا ہر سال تو نہیں، ہاں کبھی کبھی ضرور جاتا ہوں، کہا جب بھی تم سے ہو
سکے تو کیا میرا ایک پیغام پہنچا دو گے؟ اس نے جواب دیا ضرور، کہا کہ جب تمہیں موسمِ حج
میں بیت اللہ کی حاضری نصیب ہو تو پکارنا، اے قریش! جب وہ تم سے مخاطب ہوں تو کہنا
اے بنی ہاشم! جب وہ تم سے مخاطب ہوں تو ان سے ابوطالب کے متعلق پوچھنا اور انھیں
بتانا کہ فلاں ہاشمی کو ایک رسّی کی وجہ سے قتل کر دیا گیا ہے، (یہ پیغام دے کر) وہ مزدور مر
گیا۔ جب وہ قریشی واپس پہنچا تو حضرت ابوطالب کے پاس آیا، انہوں نے پوچھا کہ
ہمارے آدمی کو کیا ہوا؟ جواب دیا کہ وہ بیمار ہو گیا تھا لیکن میں علاج معالجے میں کوئی کسر نہ
چھوڑی (لیکن وہ مر گیا) پس اسے دفن کر کے واپس لوٹا ہوں، انہوں نے کہا: تم سے اس
کے متعلق یہی امید تھی۔ آخر کار اس واقعہ کو مدت گزر گئی، اور ایک دفعہ حج کے موسم میں وہ
آدمی مکہ مکرمہ آیا جس کو وصیت کی گئی تھی تو اس نے آواز دی، اے آلِ قریش! لوگوں

نے جواب دیا کہ قریش یہ ہیں۔ اس نے پھر کہا، اے آلِ بنی ہاشم! لوگوں نے کہا بنی ہاشم یہ ہیں، اس نے پوچھا کہ ابو طالب کون ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ ابو طالب ہیں۔ کہا کہ مجھے آپ کے فلاں آدمی نے آپ تک پہنچانے کے لئے پیغام دیا تھا، جس کو ایک رسّی کے بدلے قتل کر دیا گیا تھا، پس حضرت ابو طالبؑ قاتل کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ تین میں سے کوئی ایک بات اختیار کرلو، کیوں کہ تم نے ہمارے آدمی کو قتل کر دیا ہے، اس لئے چاہو تو دیت کے سو (۱۰۰) اونٹ ادا کر دو، بصورتِ دیگر تمہاری قوم کے پچاس آدمی قسم دے دیں کہ تم نے اسے قتل نہیں کیا، اگر تمہیں اس سے بھی انکار ہو تو اس کے بدلے میں ہم تمہیں قتل کریں گے، وہ اپنی قوم کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم قسم دیں گے۔ پھر حضرت ابو طالبؑ کے پاس ایک ہاشمی عورت (مقتول کی بہن) آئی جو قاتل کی قوم میں بیاہی تھی، اس نے کہا اے ابو طالب! میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ نے جو پچاس آدمیوں کی قسمیں لینا ہیں تو میرے لڑکے سے قسم نہ لینا جہاں کہ کھڑا کر کے قسم لی جاتی ہے، انہوں نے یہ بات منظور کر لی پھر قاتل کی قوم سے ایک آدمی آکر کہنے لگا، اے ابو طالب! آپ نے سو (۱۰۰) اونٹوں کے بدلے پچاس آدمیوں کی قسم چاہی ہے تو ایک آدمی کی قسم کے بدلے دو اونٹ ہوئے پس میری قسم کے بدلے یہ دو اونٹ وصول کر لیجئے، آپ نے یہ بھی منظور کر لئے اور اس سے قسم نہ لی، اس کے بعد اڑتالیس (۴۸) آدمی آئے اور قسم کھا گئے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قسم اس ذات کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ وہ اڑتالیس (۴۸) آدمی سارے کے سارے لقمۂ اجل (فوت) ہو گئے۔

نتیجہ : سبحان اللہ! ایسی ہی روایت سے اللہ کی قدرتِ کاملہ کی اندازہ ہوتا ہے اہلِ نظر اس روایت کو غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ کتنی عجیب بات ہے کہ جو لوگ حضرت ابو طالبؑ کے لئے ایک لفظ مسلمان تک لکھنا گوارہ نہ کریں انہیں کی معتبر کتاب میں یہ روایت عظمتِ ابو طالبؑ کے سوا اور کیا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں، روایت میں ایک آدمی اور ایک عورت کا حضرت ابو طالبؑ کے سامنے آکر قسم نہ لینے کی گزارش کرنا بھی حضرت ابو طالبؑ کی صداقت پر دلیل ہے اور روایت کے آخر میں ابن عباسؓ کا قسم کھا کر یہ بیان کرنا کہ جنہوں نے جھوٹی قسم کھائی وہ سال گزرنے سے پہلے ہی مر گئے۔ اب معتقدین بخاری کو کیسے سمجھایا جائے کہ اس روایت کو پڑھنے کے بعد ابو طالبؑ کا ایمان نہ ڈھونڈھیے بلکہ ان کے کافر کہنے پر اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کیجئے۔

(95): "عمر مسلمان ہونے کے بعد۔"

﴿جلد 2، کتاب المناقب، باب 449، حدیث 1049، صفحہ 452﴾

"قیس کا بیان ہے کہ سعید بن زید کو میں نے قوم سے فرماتے ہوئے سنا، کاش تم دیکھتے کہ اسلام قبول کرنے پر عمر نے مجھے اور اپنی ہمشیرہ کو باندھ دیا تھا جب کہ وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جو کچھ تم نے عثمان کے ساتھ کیا تو ان کی جگہ اگر کوہِ احد بھی ہوتا تو ممکن ہے وہ بھی پھٹ جاتا۔"

نتیجہ : اس سے پہلے والی روایت کے بعد اس روایت کو پڑھئے اور سوچئے کہ کہاں اسلام سے پہلے یہ غیظ فاروقی اور یہ عداوتِ اسلام اور کہاں اسلام لانے کے بعد جو

روایتیں پیش کی گئیں ان کے مطابق کردارِ عمر؟ اتنی تبدیلی عقل سے پرے ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس روایت میں عمر کے اپنے بہنوئی اور بہن پر ظلم کرنے کے ساتھ ہی عثمان کا ذکر جس کا یہاں پر 'کوئی تک ہی نہیں' ہے کیا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ خود امام بخاری لکھنا نہ جانے کیا چاہتے تھے اور لکھ کچھ اور جاتے تھے۔

(96): ''حضرت علیؑ فاتحِ بدر تھے۔''

﴿جلد۔2 ، کتاب المغازی، باب 475، حدیث 1149، صفحہ502﴾

''ایک آدمی سے براءؓ سے دریافت کیا اور میں سن رہا تھا کہ کیا حضرت علیؑ جنگِ بدر میں شامل ہوئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہ صرف شامل ہوئے تھے بلکہ مقابلے پر نکلے اور غالب رہے تھے۔''

نتیجہ : اس روایت میں یوں تو کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ حضرت علیؑ جنگ بدر میں غالب رہے، حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کے متعلق پوچھا گیا، اس سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کی عداوت میں معاویہ نے پروپگنڈوں کے ساتھ، کس قدر ان کی فضیلتیں چھپانے کی کوشش کی تھی۔ خیر ایک بات براءؓ نے اور واضح کر دی کہ شاملِ جنگ ہونا اور ہے اور مقابلے پر میدان میں نکلنا اور ہے۔

(97): ''معاویہ کا دعویٰ کہ میں عمر سے زیادہ حق دارِ خلافت ہوں۔''

﴿جلد۔2 ، ابواب المغازی، باب ۔497، حدیث ۔1277، صفحہ۔561﴾

''ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں حفصہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے گیسوؤں سے پانی ٹپک رہا تھا، میں عرض گزار ہوا کہ لوگوں نے خلافت کے بارے میں جو کچھ کیا وہ آپ ملاحظہ فرما رہی ہیں، اگرچہ مجھے بذاتِ خود خلافت میں کچھ دلچسپی نہیں ہے، فرمایا تم لوگوں سے جا کر ملو وہ تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے اور مجھے ڈر ہے کہ تمہارے نہ جانے کے باعث ان میں نا اتفاقی نہ ہو جائے، پس ان کے حکم کی تعمیل میں انہیں جانا پڑا، جب لوگ منتشر ہو گئے تو معاویہ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ جو خلیفہ بننے کا ارادہ رکھتا ہو وہ ہمارے سامنے بات کرے کیوں کہ ہم اس سے بلکہ اس کے باپ سے بھی زیادہ حق دار ہیں، حبیب بن مسلمہ نے (ابن عمر سے) کہا، آپ نے انہیں (معاویہ) جواب کیوں نہیں دیا؟ عبداللہ بن عمر نے کہا میں جواب دینا چاہتا تھا اور میرا یہ کہنے کا ارادہ ہوا کہ آپ سے خلافت کا وہ زیادہ مستحق ہے جو اسلام کی خاطر آپ سے اور آپ کے باپ سے جنگ کر چکا ہے لیکن میں ڈرا کہ بات کہنے سے مسلمانوں کے اتحاد کو نقصان پہنچے گا اور خون بہیگا پس میں اس ثواب کو یاد کر کے خاموش رہا جو اللہ تعالےٰ نے جنت میں تیار کیا ہوا ہے، حبیب بن مسلمہ نے کہا واقعی آپ نے مسلمانوں کو فساد سے محفوظ رکھا اور خونریزی سے بچا لیا ہے۔''

نتیجہ : اسی کو کہتے ہیں ''حُبِ علی نہیں بغضِ معاویہ'' روایت سے بہت واضح طور پر

معاویہ نے عبداللہ ابن عمر اور ان کے باپ پر طنز کیا کہ میں ابن عمر اور عمر سے زیادہ حق دارِ خلافت ہوں تو ابن عمر کہنا چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ معاویہ سے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ انہوں نے معاویہ اور اس کے باپ ابوسفیان سے اسلام کی خاطر جنگ کی، ایک طرف معاویہ کے جملے نے عمر کی عظمت کی پول کھولی تو دوسری طرف ابن عمر نے معاویہ اور ابوسفیان کے چہرے پر پڑی ہوئی نقاب کو اتار کر ان کے کفر کا واضح طور پر اعلان کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ اقرار کر لیا کہ حضرت علیؑ ہی حق دارِ خلافت تھے مگر افسوس یہ اس وقت کہا جب ان پر اور ان کے باپ پر چوٹ کی گئی، کاش! یہ اس حقیقت کا اظہار بعد وفاتِ رسولؐ کر دیتے تو اس کی نوبت ہی نہ آتی کہ معاویہ ان کے باپ کی حقیقت بتاتا۔

(98): ''رسولؐ نے حضرت علیؑ کو اپنی زندگی ہی میں نایب بنادیا تھا۔''

﴿جلد 2، کتاب المغازی، باب 546، حدیث 1542، صفحہ 682﴾

''سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب رسولؐ اللہ غزوۂ تبوک کے لئے نکلے تو حضرت علیؑ کو پیچھے اپنا نایب مقرر فرما دیا، وہ عرض گزار ہوئے کہ: کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑ رہے ہیں؟ فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی ماسوائے اس کے کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں۔ امام ابوداؤد نے اس کی سند پیش کی ہے، ابوداؤد، شعبہ، حکم، مصعب نے روایت کی۔''

نتیجہ: اس روایت سے قبل حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ جیسی نسبت کی روایت

ہم پیش کر چکے ہیں چونکہ اس روایت میں یہ جملہ موجود ہے کہ نبی نے جاتے وقت حضرت علیؑ کو اپنا نائب بنایا تھا اس لئے اس کو پھر سے پیش کیا تا کہ وہ لوگ جو اسی صحیح بخاری پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی نے حضرت علیؑ کو نائب نہیں بنایا ان کے سوچنے کے لئے اس روایت میں بہت کچھ ہے۔

(99): ''عائشہ اپنے ہم نواں کی نظر میں۔''

﴿جلد 2، کتاب المغازی، باب 549، حدیث 1551، صفحہ 692﴾

''ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسولؐ اللہ کے ایک کلمہ (ارشاد گرامی) نے جنگ جمل میں بڑا فائدہ پہنچایا جو میں نے آپ سے سنا تھا حالانکہ میں جمل والوں (یعنی افواج عائشہ) میں شامل ہو کر فریق ثانی سے لڑنے والا تھا وہ فرماتے ہیں کہ: جب رسولؐ اللہ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس (ایران والوں) نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حکمراں بنا لیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جس نے اپنے امور عورت کے سپرد کر دیئے۔

نتیجہ: کیا انتظامِ قدرت ہے کہ خود عائشہ کے طرفدار کا کہنا ہے کہ میں عائشہ کی طرف سے حضرت علیؑ سے لڑنے کے لئے نکلا تھا مگر مجھے حدیث پیغمبرؐ یاد آگئی کہ عورت کی قیادت میں چلنے والے نجات نہیں پاسکتے۔ کاش دوسرے اصحابِ عائشہ بھی اس حدیث کے ذریعہ حقیقتِ قیادتِ عائشہ کو سمجھ لیتے اور کاش خود عائشہ ان حدیثوں سے نہ سہی جو حدیث انہیں حواب اور بصرا میں یاد آئی تھی کم سے کم اسی حدیث کے سبب پیچھے ہٹ جاتیں کیوں کہ اس حدیث سے صرف حضرت عائشہ ہی نہیں اہل لشکر بھی نقصان میں رہے

یہی ثابت ہوتا ہے۔

(100): ''اللہ اپنا پاؤں جہنم میں ڈال دے گا۔'' (معاذ اللہ)

جلد 2، کتاب التفسیر سورۂ ق، باب 856، حدیث 1957، صفحہ 920

''ابو ہریرہ مرفوعا روایت کرتے ہیں جبکہ ابوسفیان راوی اسے اکثر موقوفاً روایت کیا کرتے تھے کہ جہنم سے کہا جائے گا 'کیا تو بھر گئی'؟ وہ عرض کرے گی 'کیا اور بھی ڈالنے ہیں'؟ پس اللہ تبارک تعالےٰ اس پر اپنا قدم رکھ دیگا وہ کہے گی 'بس، بس'۔''

(نوٹ: یہی روایت اسی باب میں حدیث نمبر ۱۹۵۶ اور ۱۹۵۸ پر بھی موجود ہے۔)

نتیجہ: اللہ معاف کرے یہ روایت لکھتے ہوئے بھی ہم جیسوں کا قلم کانپتا ہے مگر واہ رے امام بخاری اور واہ رے ابو ہریرہ! کس مزے کے ساتھ اللہ کے قدم کو جہنم میں پہنچا دیا۔ آپ اندازہ لگائیے کہ اس روایت میں جسم خدا بھی ثابت کر دیا اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ اس جسم کا مقصد جہنم کی بھوک مٹانا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہا گر ان افراد نے اور کچھ نہ بھی کیا ہوتا تب بھی صرف یہی روایت ان کو دوزخ کی سیر کرانے کے لئے کافی ہے۔

صحیح بخاری کی تیسری جلد سے

(101): ''متعہ کے لئے حکمِ رسولؐ۔''

جلد 3، کتاب النکاح، باب 60، حدیث 106، صفحہ 68

''حسن بن محمد نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے کہ ہم ایک لشکر میں تھے تو رسولؐ اللہ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مجھے اجازت مل گئی ہے کہ تم متعہ کر سکتے ہو، پس تم متعہ کر لیا کرو، سلمہ بن اکوع نے رسولؐ اللہ سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی آدمی اور عورت آپس میں تین (راتوں) تک عشرت کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں اگر وہ اس مدت کے اندر کوئی کمی یا بیشی کرنا چاہیں تو ایسا بھی کر سکتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ معلوم نہیں یہ اجازت ہمارے ساتھ خاص تھی یا عام لوگوں کو بھی اس کی اجازت ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کے منسوخ ہونے کو حضرت علیؑ نے نبی کریمؐ سے مرفوع روایت پیش کر کے واضح کر دیا ہے۔

نتیجہ: شیعوں پر متعہ کے مسئلہ پر تعن وطنز کرنے والے، صحیح بخاری کی اس روایت پر غور کریں کہ کتنی وضاحت کے ساتھ پیغمبرؐ نے متعہ کی اجازت دی ہے لیکن روایت کے آخر میں امام بخاری نے حضرت علیؑ کے حوالے سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ متعہ کی اجازت دی مگر پھر اس کو منسوخ کر دیا سوال یہ ہے اگر نبیؐ نے حکم متعہ کو منسوخ کر دیا تھا تو امام بخاری کو چاہئے تھا کہ کہ انہیں راویوں کے حوالے سے منسوخ ہونا ثابت کرتے

جنکے حوالے سے اجازتِ متعہ کی روایت درج کی ہے۔ یہ صرف شیعوں کی عداوت ہے جو انہوں نے حضرت علیؑ کا سہارا لیا، کاش حضرت علیؑ کا سہارا اہل بیتؑ کی محبت میں اختیار کرتے تو صحیح بخاری، حقیقت میں ''صحیح بخاری ہوتی''۔

(102): ''رسولؐ کی نکاح سے پہلے عائشہ سے گفتگو۔''

﴿جلد۔3 ،کتاب النکاح، باب ۔65، حدیث ۔112، صفحہ۔71﴾

''عائشہ کا بیان ہے کہ مجھ سے رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر ایک فرشتہ تمہیں لیکر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یہ آپکی بیوی ہیں، میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو تم تھیں۔ پس میں نے (عائشہ نے) کہا، کہ اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ایسا ہو کر رہے گا۔''

نتیجہ : اہل نظر فیصلہ کریں کہ اس روایت سے کیا نتیجہ نکالا جائے۔ روایت کے الفاظ سے ثابت ہے کہ نکاح ہونے سے پہلے رسولِ اکرمؐ عائشہ کو خواب کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ میں نے تمہیں خواب میں اپنی بیوی کے طور پر دیکھا، وہ کہتی ہیں اللہ نے چاہا تو ایسا ہی ہو کر رہے گا۔ کیا معتقدین بخاری یہ بتائیں گے کہ جب حضرت عائشہ رسولِ خداؐ سے نکاح کے وقت چھ (۶) سال کی تھیں (جیسا کہ حدیث نمبر ۱۲۰ میں آیا ہے کہ نکاح کے وقت عائشہ کی عمر چھ '۶' سال کی تھی) تو یقیناً نکاح سے پہلے ان کی عمر چار (۴) یا پانچ (۵) سال کی رہی ہوگی، کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ معاذ اللہ ۵۳ برس کے رسولؐ ایک چار (۴) یا پانچ (۵) سال کی بچی کو ایک خواب کا حوالا دیکر شادی کے لئے آمادہ کریں

گے۔ دوسرے یہ کہ اگر وہ شادی لائق تھیں تو حضرت ابوبکر کی غیرت وشرافت کا کیا ہوگا کہ ان کی شادی لائق بیٹی شادی سے پہلے خوابوں کی دنیا میں سیر کر رہی ہے اور خواب کی تعبیر بتا رہی ہے۔

(103): ''غم میں رنگین کپڑے پہننے کی مناہی۔''

﴿جلد۔3 ،کتاب الطلاق، باب ۔204، حدیث ۔311، صفحہ۔146﴾

''ام عطیہ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ کسی عورت کے لئے حلال نہیں ہے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ کرے سوائے خاوند کے، پس نہ وہ سرمہ لگائے، نہ رنگ دار کپڑا پہنے مگر جو پہلے سے رنگا ہوا ہو ام عطیہ کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریمؐ نے خشبو ملنے سے منا فرمایا ہے مگر پاک ہونے کے نزدیک تھوڑی سی قسط یا اظفار کا استعمال کر سکتی ہیں۔''

نتیجہ : کم سے کم اس روایت سے یہ تو ثابت ہی ہے کہ سوگ منایا جاسکتا ہے، اور عورت اپنے شوہر کا سوگ تین دن سے زیادہ منا سکتی ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ غم میں مظاہرۂ غم کے لئے خوشبو کا ترک کرنا، رنگین کپڑوں کا ترک کرنا، سرمے (جو سجنے سنورنے کے کام میں آتا ہے) کا ترک کرنا مطابقِ حدیث رسولؐ ہے۔ اب اِس کو کیا کہا جائے کہ بخاری صاحب اس روایت کو صحیح سمجھ رہے ہیں جس میں عام انسان کا غم عورت منا سکتی ہے مگر بخاری نے ان روایتوں سے منہ موڑ لیا جن سے غمِ امام حسینؑ منانا ثابت ہونا ملتا ہے۔

(104): ''وقتِ وفات نبیؐ کا قلم مانگنا اور عمر کا روکنا۔''

جلد۔3 ،کتاب الطب، باب ۔390، حدیث ۔629، صفحہ۔248

''عبیداللہ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب رسولؐ اللہ کے وصال کا وقت قریب آیا اور کاشانۂ اقدس کے اندر بہت سے حضرات تھے جن میں عمر ابن خطاب بھی موجود تھے، نبی کریمؐ نے فرمایا مجھے لکھنے کا سامان لا کر دو تا کہ میں ایسی تحریر لکھ دوں جس کے باعث میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے، عمر نے کہا کہ بیشک نبیؐ کریمؐ درد کی شدّت میں ایسا فرما رہے ہیں، حالانکہ ان کا دیا ہوا قرآن کریم تمہارے پاس ہے اور اللہ کی کتاب ہمارے لئے کافی ہے۔ اس بات پر اہل بیت اطہار علیہم السلام نے اختلاف کیا، ان کا جھگڑا اس بات پر تھا کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ لکھنے کا سامان لا دیا جائے تا کہ نبی کریمؐ ایسی تحریر لکھ دیں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو، اور بعض وہ کہتے تھے جو عمر نے کہا تھا۔ جب نبی کریمؐ کے حضور بیکار کلام اور جھگڑا ہونے لگا تو رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ، عبیداللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتنی بڑی مصیبت پیش آئی کہ لوگوں کا اختلاف اور ان کا شور وغل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس لکھی جانے والی تحریر کے درمیان حائل ہو گیا۔''

نتیجہ : معتقدین بخاری! اگر اسی روایت کو آئینہ بنا کر دیکھیں اور اس روایت کے آئینہ پر ڈالی گئی تاویل کی گرد کو ہٹا دیں تو بالکل صاف صاف منظر ہے، اللہ کے رسولؐ کی خلاف ورزی کرنے کی جرأت کرنے والے اور ان کے کلام کے مقصد کو موڑنے والے

کوئی اور نہیں بلکہ عمر ابن خطاب ہیں، جو ایک طرف یہ دعوئ کر رہے ہیں کہ ہمارے پاس قرآن ہے جو ہمیں کافی ہے، سوال یہ ہے کہ جس کتاب کا حوالہ دیکر وہ رسولؐ کو قلم اور کاغذ دیئے جانے سے روک رہے تھے اسی کتاب میں یہ آیت بھی موجود ہے کہ ''جو رسولؐ دیں اسے لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ''۔

اس روایت میں قرآن کو کافی کہنے والا قرآن کی اس آیت کے بعد بھی رسولؐ کی اس تحریر کو (جو رسول تحریر کر کے دینا چاہتے تھے) نہ خود لینا چاہتا ہے اور نہ لوگوں تک اس تحریر کو پہنچنے دینا چاہتا ہے۔ ظاہر سی بات ہے اس سے رسول کو اذیت ہوئی اور اتنی اذیّت ہوئی کہ رسولؐ نے اپنے پاس سے چلے جانے کا حکم دیا۔ یہ اذیّت دینے والے بھی عمر ابن خطاب تھے، نہ انہوں نے روکا ہوتا نہ نبیؐ کے حجرے میں شور وغل ہوتا اور نہ رسول کو اذیّت ہوتی۔ بہر حال اس روایت سے ثابت ہے کہ رسول کو اذیّت عمر ابن خطاب کے سبب سے پہنچی وہی جو قرآن کو کافی کہہ رہے تھے۔ حالانکہ اسی قرآن میں یہ بھی آیت موجود ہے کہ جو رسول کو اذیّت پہنچائے وہ اللہ کی لعنت اور عذاب دونوں کا مستحق ہے۔ عمر ابن خطاب کے اس عمل سے رسول کو اذیّت پہنچنے کے ساتھ ساتھ بقول ابن عباسؓ یہ ایک بہت بڑی مصیبت تھی کیوں کہ وہ تحریر جو نبی لکھنا چاہتے تھے وہ نہ لکھی جا سکی۔ اور ظاہر ہے اگر وہ تحریر لکھ دی گئی ہوتی تو گمراہی نہ ہوتی، نتیجہ یہی ہے کہ گمراہی کا سبب نبیؐ کی تحریر کو روک دیا جانا ہے اور تحریر کو روکنے کا سبب کوئی اور نہیں بلکہ یہی جنابِ فاروق تھے۔ اہل عقل سوچیں کہ مسلمانوں کی گمراہی کا ذمہ دار قیامت تک کون رہے گا؟

(105): ''سببِ وفاتِ رسولِ اکرمؐ؟''

«جلد۔3 ،کتاب الطب، باب ۔416، حدیث ۔665، صفحہ۔260»

''عبید اللہ ابن عبد اللہ نے حضرت ابن عباسؓ اور عائشہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریمؐ کے وصال کے بعد ابو بکر نے آپکو بوسہ دیا، عبید اللہ کا بیان ہے کہ عائشہ نے فرمایا کہ تکلیف کے دوران ہم نے حضورؐ کے منہ میں دوائی رکھ دی تھی جب کے آپ ہمیں دوائی نہ رکھنے کا اشارہ فرماتے رہے، چنانچہ ہم نے کہا کہ یہ اسی طرح ہے جیسے ہر مریض دوا سے نفرت کرتا ہے جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا کیا میں نے تمہیں نہیں کیا تھا کہ میرے منہ میں دوائی نہ رکھو، ہم عرض گزار ہوئے کہ ہم نے اسے مریض کی دوا سے نفرت پر محمول کیا تھا، فرمایا کہ گھر میں کوئی باقی نہ رہے بلکہ سب کے منہ میں دوائی ڈالو اور میں دیکھوں گا، ماسوائے عباس کے کیوں کہ وہ تمہارے درمیان موجود نہ تھے۔''

نتیجہ: بہت ہی پراسراری روایت ہے اور ایسی ہی روایتیں بخاری میں کئی جگھوں پر ہیں مثال کے طور پر دوسری جلد، کتاب المغازی، حدیث نمبر ۱۵۷۶، صفحہ۔۲۰۷ پر بھی یہ روایت موجود ہے کہ رسولؐ اللہ منع کر رہے ہیں اور حضرت عائشہ جبراً انھیں دوا دے رہی ہیں اور دوا کے کھانے کے بعد پھر رسول کا ناراضگی کا مظاہرہ کرنا اور پھر یہ کہنا کہ عباس کو چھوڑ کر سب کو یہ دوا دو، روایت کے لفظوں میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جیسے مریض دوا سے ڈرتا ہے ویسے ہی معاذ اللہ رسولؐ ڈر رہے تھے، حالانکہ اگر بات کسی اور کی ہوتی تو وجہ قابلِ قبول بنتی لیکن اللہ کے رسول کا عام مریض جیسی حرکت کرنا

عقل گوارہ نہیں کرتی۔ یقیناً وہ دوا کے علاوہ کوئی مُضر شئے تھی ورنہ رسول کا یہ کہنا کہ عباس کو چھوڑ کر سب کو پلاؤ اس بات پر دلالت ہے کہ اگر یہ دوا ہے تو تم بھی کھا کر دکھاؤ؟ بہر حال روایت پڑھنے کے بعد اس دوا کو اگر ہم زہر سے تعبیر کریں تو ہماری غلطی نہیں ہے کیوں کہ روایت ہماری نہیں ہے ''امام بخاری'' کی ہے اور راوی بھی ہمارا نہیں ہے بلکہ عائشہ ہیں۔

(106): ''عائشہ رسولؐ سے ناراض ہوتیں تھیں تو ان کا نام نہیں لیتی تھیں۔''

«جلد۔3 ،کتاب الادب، باب ۔619، حدیث ۔1012، صفحہ۔369»

''عائشہ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ تمہاری رضامندی اور ناراضگی کو میں پہچان لیتا ہوں، عائشہ کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوئی کہ یا رسولؐ اللہ! آپ اس بات کو کیسے پہچانتے ہیں؟ فرمایا کہ جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو کیوں نہیں محمدؐ کے رب کی قسم، اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو نہیں ابراہیم کے رب کی قسم، ان کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوئی، اس وقت بھی میں صرف آپ کا نام ہی چھوڑتی ہوں۔''

نتیجہ: ہم اس سے پہلے ایک روایت نقل کر چکے ہیں جو اسی صحیح بخاری میں کئی جگھوں پر موجود ہے جس میں ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ عائشہ نے حضرت علیؑ کا نام لینا گوارہ نہیں کیا شاید یہ بات دوسروں کے لئے حیرت کی ہوتی اگر یہ روایت جو اوپر پیش کی گئی سامنے نہ ہوتی۔ اس روایت کے پڑھنے کے بعد عائشہ کا مزاج بہت آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ یہ ان کی ناراضگی پرانی ادا ہے کہ یہ جس سے ناراض ہوتی ہیں اسکا نام لینا

تک گوارہ نہیں کرتی تھیں اور حد یہ ہے کہ یہ بھی خیال نہیں کرتی تھیں کہ جس کے نام کو زبان پر لانے سے گریز کر رہی ہیں وہ اللہ کا رسولؐ ہے یا اللہ کا ولی ہے۔ اگر یہ روایت بیان کرنے والا کوئی اور ہوتا تو شاید کچھ شک کی گنجائش تھی مگر خود عائشہ نے روایت بیان کر کے یہ ثابت کر دیا کہ یہ اس رسولؐ تک سے ناراض ہو جاتی تھیں جس سے ناراض ہونا جہنم کو دعوت دینا ہے۔

(107): "عائشہ کا رسولؐ کے ساتھ حیلہ کرنا۔"

﴿جلد 3، کتاب الحیل، باب 1056، حدیث 1860، صفحہ 678﴾

عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ عائشہ نے فرمایا کہ نبی اکرم میٹھی چیزوں اور شہد کو پسند فرماتے تھے اور جب آپ نمازِ عصر پڑھ لیتے تو اپنی ازواج کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کے قریب ہو جاتے چنانچہ جب آپ حفصہ کے پاس تشریف لے گئے تو معمول سے زیادہ ٹھہرے چنانچہ میں نے (عائشہ نے) اس بارے میں آپ سے دریافت کیا تو مجھے بتایا کی حفصہ کی کسی قومی عورت نے ان کے لئے شہد کی کپی بھیجی تھی اور انہوں نے رسول اللہ کو اس میں سے پلایا، میں نے (عائشہ نے) اپنے دل میں کہا کہ خدا کی قسم میں اس بارے میں ضرور کوئی حیلہ (مکاری) کروں گی پس میں نے سودہ سے اس کا ذکر کیا میں نے کہا جب حضورؐ آپ کے پاس تشریف لائیں اور قریب ہوں تو ان سے عرض کرنا کہ یا رسولؐ اللہ! کیا آپ نے مغافیر (بدبودار حلوہ) کھایا ہے پس حضورؐ انکار فرمائیں گے تو عرض کرنا کہ تو پھر یہ بدبو کیسی ہے؟ اور رسولؐ اللہ کو یہ بات بہت گراں گزرے گی کہ ان

سے بد بو آئے چنانچہ حضورؐ یہ ضرور فرمائیں گے کہ مجھے حفصہ نے شہد کا شربت پلایا ہے، پس عرض کرنا کہ شائد مکھی نے غرفط عرق چوسا ہوگا اور میں بھی یہی کہوں گی اور اے صفیہ آپ بھی یہی کہنا جب حضورؐ سودہ کے پاس تشریف لائے تو سودہ کا بیان ہے کہ قسم اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ حضورؐ ابھی دروازے پر ہی تھے کہ آپ کے پاسِ خاطر سے میرا ارادہ ہوا کہ میں وہ بات کہہ دوں جو آپ نے مجھ سے کہی تھی جب رسولؐ اللہ قریب ہوئے تو میں عرض گزار ہوئی کہ یا رسولؐ اللہ کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ فرمایا کہ نہیں، میں عرض گزار ہوئی کہ پھر یہ بدبو کیسی ہے؟ فرمایا کہ مجھے حفصہ نے شہد کا شربت پلایا ہے میں نے کہا ہو سکتا ہے شہد کی مکھی نے غرفط چوسا ہو جب آپ میرے (عائشہ) پاس تشریف لائے تو میں نے بھی ایسا ہی کہا اور جب صفیہ کے پاس تشریف فرما ہوئے تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا، پس جب حضورؐ حفصہ کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! کیا میں آپ کو اس میں سے پلاؤں؟ فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے ان کا بیان ہے کہ سودہ فرماتی سبحان اللہ ہم نے اسے حضورؐ کے لئے حرام کر دیا میں نے کہا کہ خاموش رہیئے۔"

نتیجہ: اہل نظر زرا اندازہ لگائے کہ وہ ازواجِ رسول جنہیں مومنین کی ماں کے لقب سے آج تک یاد کیا جاتا ہے وہ ایسی حرکتیں فرما رہی ہیں جو شاید عام مومنین کی بیویاں بھی مومنین کے ساتھ بھی نہ کریں۔ یقیناً سوتنوں کا حسد اپنی جگہ پر ہے مگر انصاف کریں کہ اس روایت سے یہ انداز ہوتا ہے کہ عائشہ اور انکی ہمنوا ازواجِ رسول کے دلوں میں زرّہ برابر بھی نہ خوفِ خدا تھا اور نہ احترامِ رسولؐ۔ اور معتقدین بخاری سے یہ بھی سوال ہے کہ ہم

روایت کو پڑھ کر عائشہ اور ان کی ہمنواں ازواج کا احترام کس بنیاد پر کریں۔اور روایت کے آخر میں سودہ کا یہ کہنا کہ سبحان اللہ ہم نے اسے رسولؐ کے لئے حرام کردیا، یہ جملہ قابلِ غور اور دعوتِ فکر دیتا ہے کہ جو عورتیں رسولؐ کے لئے حلال چیز کو حرام بنا دینے پر فخر کررہی ہوں اگر انہوں نے حضرت خدیجہؑ اور ان کی اولاد کی عداوت میں بعدِ رسول شریعت کے دیگر احکام کے ساتھ کھلواڑ کئے ہوں تو حیرت کیا ہے؟

(108): ''اصحابِ رسولؐ قیامت میں حوضِ کوثر سے دور کئے جائیں گے۔''

﴿جلد۔3 ،کتاب الفتن، باب ۔1106، حدیث ۔1932، صفحہ۔713﴾

''ابووائل نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا میں حوض کوثر پر تمہارا پیش خیمہ ہوں، میرے پاس تم میں سے کچھ لوگ لائے جائیں گے ، یہاں تک کہ جب میں انہیں پانی پلانے کے لئے جھکوں گا تو انہیں گھسیٹ کر مجھ سے دور کردیا جائے گا، پس میں عرض کروں گا کہ ائے رب! میرے ساتھی (اصحاب)، فرمایا جائے گا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا نیا راستہ ایجاد کیا۔''

نتیجہ : اسی طرح کی روایتیں دوسری جلد میں بھی موجود ہیں اور اس کتاب الفتن میں حدیث نمبر ۱۹۳۱، ۱۹۳۳ میں بھی یہی موجود ہے، میں نہیں سمجھتا کہ تمام اصحاب کو عقیدت کا مرکز بنانے والے اتنے بھولے ہیں کہ ان حدیثوں کو پڑھنے کے بعد بھی نہ سمجھ پائیں کہ حقیقت کیا ہے، مگر عداوتِ اہل بیتؑ میں یہ جو نہ کرلیں وہ کم ہے، یہ عداوتِ علیؑ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ معتقدین بخاری، اس روایت کو پڑھنے کے بعد اپنے اُس باطل

عقیدے کو بھی چھوڑ دیں جس میں ان کا ماننا ہے کہ ''رسولؐ کے سبھی اصحاب قابلِ احترام ہیں، اُن میں سے کسی کی بھی پیروی کرنے سے نجات مل جائے گی''۔اس طریقہ کا عقیدہ رکھنے والوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی اس روایت کے آئینہ میں (جو اوپر پیش کی گئی) خود اصحاب کو تو نجات مل نہیں پا رہی ہے تو وہ دوسروں کو کیا خاک نجات دلائیں گے۔اور ہمارا اس بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ ایسے اصحاب کی پیروی کرنے سے ایک چیز بہت آسانی سے مل سکتی ہے اور وہ ہے 'جہنم'۔ بقول 'عین البنارسیؔ' ؎

وہ جو مومن تھا اسے تو تم نے کافر کہہ دیا
دفن اس کو کردیا جس کو جلانا چاہئے تھا۔

(109): ''یزید کی وکالت۔''

﴿جلد۔3 ،کتاب الفتن، باب ۔1127، حدیث ۔1984، صفحہ732﴾

''ایوب کا بیان ہے کہ نافع نے کہا کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو ابن عمر نے اپنے ساتھیوں اور لڑکوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ میں نے نبیؐ کریمؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر دغاباز کے لئے قیامت کے روز ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا اور بیشک ہم نے اس آدمی کے ہاتھ پر اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے بیعت کی اور میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھ کر کوئی دھوکا بازی ہو کہ کسی آدمی کے ہاتھ پر بیعت کی جائے کہ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے ہے پھر اس کے ساتھ لڑنے کی ٹھانی جائے اور میں

نہیں جانتا کہ تم میں سے جو شخص اس کی بیعت توڑے گا یا کسی دوسرے سے بیعتِ خلافت کرے گا، مگر میرے اور اس کے درمیان جدائی کا فاصلہ ہے۔"

نتیجہ : اس روایت کے آئینہ میں امام بخاری اور عبداللہ ابن عمر دونوں کا چہرا بہت ہی واضح ہو جاتا ہے، امام بخاری نے اس روایت کو لکھ کر اور عبداللہ بن عمر نے یزید کی وکالت کر کے اپنے یزیدی ہونے کا کھلا ہوا اعلان کر دیا رہی بات ابن عمر کی حدیثِ رسولؐ سنانے کی تو نبیؐ نے جن بیعت توڑنے والوں کی مذمت کی ہے وہ کوئی اور نہیں بلکہ خود ابن عمر کے باپ ہیں اور وہ اصحابِ رسولؐ ہیں جنہوں نے غدیر میں مولا علیؑ کے ہاتھوں پر کی گئی بیعت کو توڑ کر سقیفہ میں بیعتِ ابوبکر کر لی۔

(110): "رسولؐ کی زندگی میں کسی کا نماز پڑھانا دلیلِ خلافت نہیں ہے۔"

﴿جلد۔3 ،کتاب الاحکام، باب 1159، حدیث 2044، صفحہ756﴾

"نافع کا بیان ہے کہ ابن عمر نے انہیں بتاتے ہوئے فرمایا کہ سالم (غلام ابو حذیفہ) مہاجرین اولین اور نبی کریمؐ کے دیگر اصحاب کی مسجدِ قبا میں امامت کا فریضہ ادا کیا کرتے تھے اور مقتدیوں میں ابوبکر، عمر، ابوسلمہ، زید اور عامر بن ربیعہ بھی ہوتے تھے۔"

نتیجہ : اس موقعہ پر میں نے اس روایت کو اس لئے پیش کیا تا کہ یہ یہ ثابت ہو سکے کہ ضروری نہیں کہ نبی جسکو نماز پڑھانے کو کہیں وہ خلیفہ رسولؐ بنا دیا جائے اس لئے کہ اس سے پہلے بخاری صاحب نے کئی جگہ پر اس روایت کو نقل کیا ہے جس میں عائشہ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے اپنی بیماری کے وقت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور اسی روایت

کو دلیلِ خلافتِ ابوبکر بنایا جاتا ہے حالانکہ اس روایت میں اگر یہ ہے کہ رسولؐ نے ابوبکر کو نماز پڑھانے کے لئے کہا تو یہ بھی ہے کہ خود رسولؐ بھی پیچھے سے پہنچ گئے اور ابوبکر کو مسندِ امامت سے ہٹنا پڑا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبیؐ نے زبانی طور پر امام بنایا اور عملی طور پر ہٹا دیا، خیر اس روایت میں ابوحذیفہ کو مسجدِ قبا کی امامت کرتے دکھایا گیا ہے اور کئی صحابیوں کو ابوبکر اور عمر سمیت ان کے پیچھے نماز پڑھتے دکھایا گیا ہے اگر ابوبکر کے پیچھے لوگوں کا نماز پڑھنا، ابوبکر کے خلیفہ ہونے کا ثبوت ہے تو جس غلام کے پیچھے ابوبکر اور عمر نے نبیؐ کی زندگی میں نماز پڑھی ہو اُسے خلافت کی فہرست سے کیوں نکال دیا گیا؟

(111): "حدیثِ رسولؐ کہ اگر ابوبکر کو خلیفہ بنا دوں گا تو اللہ رکاوٹ ڈال دے گا۔"

﴿جلد۔3 ،کتاب الاحکام، باب 1185، حدیث 2081، صفحہ 772﴾

"قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ عائشہ نے کہا 'ہائے سر پھٹا' چنانچہ رسول اللہؐ نے فرمایا اگر تم مر جاؤ اور میں زندہ رہا تو تمہاری بخشش کی دعا کروں گا، عائشہ عرض گزار ہوئیں کہ اگر میری ماں مجھ کو گم کر دے اور خدا کی قسم میرا یہ خیال ہے کہ آپ میری موت چاہتے ہیں اور اگر ایسا ہوا تو اسی روز شام کو آپ اپنی کسی دوسری بیوی سے دل بہلا رہے ہوں گے چنانچہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ بلکہ میں ہائے سر پھٹا کہوں گا۔ بیشک میں نے تو پکا ارادہ کر لیا تھا کہ ابوبکر اور ان کے صاحب زادے کو بلا کر خلافت کا عہد لوں تا کہ کہنے والے کہتے رہیں اور تمنا کرنے والے تمنا کرتے پھریں، پھر میں نے دل میں کہا، اللہ تعالےٰ اسے

نہیں مانے گا اور مسلمان اس میں رکاوٹ ڈالیں گے، یا اللہ تعالیٰ اس میں رکاوٹ ڈالے گا، اور مسلمان نہیں مانیں گے۔"

نتیجہ: یوں تو اس حدیث کو اس لئے نقل کیا گیا ہوگا تا کہ ابوبکر کو حقدارِ خلافت بتایا جا سکے مگر یہ بالکل طئے بات ہے کہ اہل بیتِ رسالت کی عداوت عقلوں کو کھا جاتی ہے چنانچہ ابوبکر کی خلافت تو ثابت نہیں ہوئی ہاں مزاجِ عائشہ سے کچھ اور واقفیت ہوگئی کہ وہ رسولؐ سے کہہ رہی ہیں کہ آپ چاہتے ہیں کہ میں مر جاؤں اور اگر ایسا ہو جائے گا تو آپ دوسری بیویوں کے ساتھ شام گزاریں گے۔ (استغفر اللہ) وہ افراد جو یہ دلیلیں پیش کیا کرتے ہیں کہ رسولِ کریمؐ عائشہ کو قیامت کی حد تک چاہتے تھے، وہ اس جملہ کو پڑھنے کے بعد کیا فیصلہ دیں گے اور وہ جس محبت کا دعویٰ پیش کرتے ہیں وہ صحیح بخاری کی اس روایت سے کیسے ثابت ہوگی اور اگر کسی طور پر وہ رسولؐ کا عائشہ کو چاہنا ثابت بھی کر دیں تو عائشہ کی رسولؐ سے محبت پر یقین کیسے ثابت کریں گے۔ بہر حال روایت ابوبکر کی خلافت کو ثابت کرنے کے لئے گڑھی گئی لیکن 'کچھ نہ دوا نے کام دیا' کیوں کہ روایت سے خلیفہ بننا تو ثابت نہیں ہوتا، بلکہ یہ ضرور ثابت ہو رہا ہے کہ رسولؐ نے ابوبکر کو خلیفہ اس لئے نہیں بنایا کیوں کہ اگر وہ بنا دیں گے تو اللہ انہیں نہیں مانے گا اور رکاوٹ ڈالے گا۔ کیا امام بخاری بتائیں گے کہ آخر اللہ کا مزاج شیعوں جیسا کیوں ہے؟

(112): "عمر کی گواہی کہ رسولؐ اللہ نے ابوبکر کو خلیفہ نہیں بنایا تھا۔"

﴿جلد 3، کتاب الاحکام، باب 1185، حدیث 2082، صفحہ 773﴾

"عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ عمر سے کہا گیا، آپ اپنا جانشین کیوں مقرر نہیں فرماتے؟ فرمایا کہ اگر میں خلیفہ مقرر کر دوں گا تو ابوبکر جو مجھ سے بہتر تھے وہ خلیفہ مقرر کر گئے تھے اور اگر میں خلیفہ مقرر نہ کروں تو مجھ سے جو بہتر تھے یعنی رسولؐ اللہ انہوں نے خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تھا، پھر لوگ ان کی تعریف کرنے لگے تو فرمایا کہ یہ رغبت اور ڈر سے ہے، میں تو چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں برابری کی سطح پر چھٹکارا پا جاؤں، نہ ثواب ملے نہ عذاب، لہٰذا زندگی میں یا بعدِ وفات کیوں اس ذمہ داری کا بوجھ اُٹھاؤں۔"

نتیجہ: وہ افراد اس روایت کو غور سے پڑھیں جو ابوبکر کی خلافت کا ذمہ دار رسولؐ کو بتاتے ہیں، بہت وضاحت سے عمر ابن خطاب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ابوبکر کو رسولؐ نے مقرر نہیں کیا تھا۔ ہاں انہوں نے یہ اقرار ضرور کیا کہ ان کو (یعنی عمر) ابوبکر نے نام زد کیا تھا لیکن خود عمر کسی کو نام زد اس لئے نہیں کرنا چاہتے تھے کہ نام زد کرنا ابوبکر کی سُنّت ہے اور خلیفہ نام زد نہ کرنا رسولؐ کی سنّت ہے۔ اب کیا کہئے گا ابوبکر اور عمر میں کون بہتر ہے جو سنّتِ رسولؐ کی مخالفت کرے وہ یا پھر جو مطابقت کرے؟ ہماری نظر میں تو دونوں نے مخالفتِ سنتِ رسولؐ کی ہے۔ ابوبکر نے عمر کو بنا کر خلافِ سنّت عمل کیا تو خود عمر نے سقیفہ میں ابوبکر کو بنوا کر خلافِ سنّت عمل کیا۔ حیرت کی بات ہے۔ جو خلافِ سنّت ہوں وہی اہل

سنت کے رہنما ہیں۔

(113): ''رسول اللہؐ کے جانشین بارہ ہیں۔''

﴿جلد۔3 ،کتاب الاحکام، باب 1186، حدیث 2086، صفحہ774﴾

''جابر بن سمرہ کا بیان ہے کہ میں نے نبیؐ کریم کو فرماتے ہوئے سنا کی 'امیر (بادشاہ) بارہ ہوں گے' اس کے بعد آپؐ نے ایک لفظ فرمایا جو میں سن نہ سکا، میرے والدِ ماجد نے بتایا کہ آپؐ نے فرمایا: سب قریش سے ہوں گے۔''

نتیجہ : اسے کہتے ہیں حق کا باطل کی زبان پر آنا، کتنی وضاحت کے ساتھ حدیث ہے کہ امیر بارہ ہوں گے، اگر اس حدیث سے خلفاءِ راشدین مراد لئے جائیں تو ان کی تعداد چار سے آگے نہیں بڑھتی اور اگر ان خلفاء کے ساتھ اموی خلفاء کو شامل کیا جائے تو ان کے آخری خلیفہ مروان ابن محمد پر خلفاء کی تعداد سترہ (۱۷) ہوتی ہے اور اگر صرف اموی خلفاء مان لئے جائیں تو بھی ان کی تعداد تیرہ (۱۳) ہوتی ہے، اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ اس حدیث سے مراد صرف اور صرف ہمارے بارہ امام ہیں، یہ الگ بات ہے کہ مترجم نے امیر کا ترجمہ بادشاہ کیا ہے جو کسی طور قابلِ قبول نہیں ہوسکتا لیکن ترجمہ بتا رہا ہے کہ آج تک بنی امیہ اور بنی عباس کی بادشاہی کس قدر ذہنوں پر اثر انداز ہے، بہر حال حقِ نمک تو ادا کرنا ہی چاہیے، روایت کے آخر میں راوی کا بیان ہے کہ میں سن نہ سکا میرے والد نے بتایا کہ نبیؐ نے کہا تھا کہ وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔ راوی نے سب کچھ سنا مگر آخر کا نہیں سُن پائے، کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے۔.